۱۰۔ اس شہر کو عرب مورخین ''طلوشہ'' (Toulouse) لکھتے ہیں۔ ٹورس کی جنگ یعنی جنگ طلوشہ رمضان ۱۱۴ھ مطابق ۷۳۳ء میں ہوئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور اسلامی لشکر قرطبہ واپس آ گیا۔ مغربی مورخین اس جنگ کو تاریخی اہمیت دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اسی لڑائی سے یورپ کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اور فرانس میں مسلمانوں کی پیش قدمی کا سلسلہ رک گیا۔ چارلس جسکی سربراہی میں فرانسیسی فوج مسلمانوں سے نبرد آزما ہوئی تھی۔ اس جنگ کے بعد ہیرو قرار پایا۔ اسے ''چارلس مارٹل'' کہا جانے لگا۔ چونکہ اس جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے اس لئے وہ اس مقام کو ''بلاط الشہداء'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

الصدیق

تالیف
پروفیسر علی محسن صدیقی

قرطاس

حضرت ابوبکر صدیق پر ایک مستند کتاب جس سے تاریخ سے شغف رکھنے والے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ تاریخ کے بعض تنازعات کا تقابلی جائزہ لے کر قارئین کے ذہنوں کے ابہام کو دور کرنے اور اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کو معروضی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ضخامت: ۳۹۸ صفحات

قیمت: ۳۰۰/- روپے

دشت امکاں

ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر

قرطاس

نجد و حجاز کا یہ سفرنامہ کیفیاتی اور تاثراتی سفرناموں سے مختلف ہے اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے ایک مستند تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ رنگین تصاویر، نقشوں اور معلوماتی جدول نے کتاب کی اہمیت کو بڑھایا ہے۔ دوسرا ایڈیشن مزید سات ابواب اور ان سے متعلق اہم تصاویر سے مزین ہے۔

طبع اول: ۱۹۹۶ء

طبع ثانی: ۲۰۰۳ء

ضخامت: ۲۸۸ صفحات

قیمت: ۲۵۰/- روپے

بازگشت

معتبر و غیر معتبر روایات

مولانا عبدالقدوس ہاشمی

الحمد للہ وحدہ لا شریک لہ والصلوٰۃ والسلام علی

رسولہ النبی محمد الذی لا نبی بعدہ

واعظوں سے وعظ اور ذاکروں سے مجالس سن کر جب لوگ واپس آتے ہیں تو اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ حدیث جو بیان کی گئی ہے کیا وہ صحیح اور مقبول حدیث ہے؟ اس کا جواب کون دے سکتا ہے۔ شاید ہی کوئی دنیا میں ہو جسے ساری حدیثوں بلکہ دس بیس فیصد حدیثوں کی عبارتیں اور اسناد کی کیفیت یاد ہو۔ اس لئے اس سوال کا جواب میں نہیں دے سکا۔ جو کچھ یاد ہوا کہہ دیا ورنہ لاعلمی کا عذر کر کے اپنی جان چھڑائی۔

اتفاق سے پچھلے چند ماہ میں ایسے بہت سے دوستوں نے یہی سوال پیش کئے۔ جن کا مجھ پر حق ہے کہ سوال کریں اور جوابات کا مطالبہ بھی کریں۔ ان ہی مخلص دوستوں کی فرمائش پر یہ مضمون لکھا جا رہا ہے۔ یہ ایک مختصر سا مضمون ہے۔ کوئی کتاب یا کم از کم ایک وسیع مقالہ بھی ممکن نہیں ہے۔ اس لئے جو کچھ کہا جائیگا اس میں اختصار ملحوظ خاطر ہوگا۔ اللہ کرے کے اختصار ہو مگر ابہام نہ ہو۔

ہمارے پیشہ ور واعظین اور ذاکرین اتنی عبارتیں بطور حدیث رسول اللہ ﷺ مجالس محرم اور محافل وعظ میں پیش کرتے ہیں کہ ان میں نصف کا احاطہ بھی ایک مضمون میں ممکن نہیں

ہے۔ان حضرات کی بے احتیاطی کا یہ عالم ہے کہ ہر کان پڑی بات کو حدیث بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ کچھ تو تیسری اور چوتھی صدی کے جاہل صوفیوں کے عربی فقرے ہوتے ہیں اور کچھ عربی ضرب الامثال کی عبارتیں ہوتی ہیں۔ جو لوگ پسند کریں وہ موضوعات حدیث پر لکھی ہوئی کتابیں دیکھیں۔ اخذ ورد کے بعد بھی بہت ہی کارآمد باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ علمائے اسلام نے پہلی صدی ہجری میں راویوں کی شناخت اور روایتوں کی جانچ پڑتال کا کام بڑی جانفشانی کے ساتھ شروع کر دیا تھا۔ اور زمانہ مابعد میں تو جعلی حدیثیں خاص طور پر موضوع بحث وتمحیص ہو گئیں حتیٰ کہ بہت سی کتابیں خاص جعلی روایتوں کے متعلق لکھی گئیں۔ ان میں سے ۱۹ کتابیں تو میرے جیسے ایک ادنیٰ درجہ کے طالب علم نے پڑھی ہیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ جو کتابیں مجھے نہیں مل سکی ہیں ان کی تعداد کیا ہوگی۔ ''موضوعات'' پر لکھی ہوئی یہ دس کتابیں تو بہت ہی مشہور ہیں اور تقریباً ہر بڑے اسلامی کتب خانہ میں مل جاتی ہیں۔ جو چاہے ان کا مطالعہ کر کے موضوع اور جھوٹی روایتوں کو شناخت کر سکتا ہے۔

۱۔ کتاب الموضوعات — مؤلفہ امام عبدالرحمٰن بن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ یا ۵۹۵ھ

۲۔ کتاب الموضوعات — مؤلفہ محمد بن عمرو العقیلی المتوفی ۳۲۲ھ

۳۔ کتاب الموضوعات — مؤلفہ حسن بن محمد الصافانی المتوفی ۶۵۰ھ

۴۔ المقاصد الحسنہ — مؤلفہ علامہ عبدالرحمٰن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ

۵۔ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ — مؤلفہ علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ

۶۔ تذکرۃ الموضوعات الاحادیث الموضوعہ — مؤلفہ علی بن محمد سلطان ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ

۷۔ مذیل الخفاء والالباس الاحادیث الموضوعہ — مؤلفہ اسمٰعیل بن محمد العجلونی المتوفی ۱۱۶۲ھ

۸۔ الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ — مؤلفہ علامہ الشوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ

۹۔ قانون الموضوعات والضعفاء — مصنفہ علامہ الفتنی

۱۰۔ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ — مؤلفہ شیخ ناصر الدین الالبانی دمشق (موجود)

غفلت

یہ تو میرے ہی کیا۔ کسی مسلمان کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا کہ ایک مسلمان جان بوجھ کر اور علم و ارادہ کے ساتھ کوئی قول یا فعل سرور کائنات ﷺ کی طرف غلط طور پر منسوب کر دے گا۔ سب ہی جانتے ہیں کہ ایسا کرنا بڑا شدید گناہ ہے۔ جس کی سزا جہنم ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ ہمارے بزرگ واعظین محض لاعلمی یا غفلت کی وجہ سے کسی عربی عبارت یا ضرب المثل کو بطور حدیث رسول اللہ ﷺ پیش کر دیتے ہیں حالانکہ وہ قول کسی اور بزرگ کا ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں ہوتا۔

میں تحریروں اور تقریروں میں سے چن چن کر نشاندہی کرنا نہیں چاہتا۔ خدانخواستہ کسی واعظ یا ذاکر کی توہین و تحقیر مقصود نہیں ہے۔ صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ لوگ احتیاط برتیں تو ان کے لئے بھی اچھا ہے اور دوسروں کے لئے بھی بہتر ہے۔ نادانستہ گناہ سے بچنا ہی بہتر ہے۔ یہ کیا دانائی ہے کہ آدمی غفلت اور نادانی سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور کرتا ہی رہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کا مقام اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ ان کی طرف کسی قول یا فعل یا اجازت و تقریر کو منسوب کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

حدیث

حدیث کیا ہے؟ صحابی کی زبان صداقت بیان سے حضرت رسول اللہ ﷺ کے کسی قول، فعل یا اجازت و تقریر کی شہادت ہے اور اسی طرح تابعین کرام کی زبان سے صحابۂ کرام کے بیان کی شہادت اور گواہی ہے۔ جسے سند اور سلسلہ روایت کہا جاتا ہے۔ اس لئے تعجب کی بات نہیں کہ روایات کو عہد تابعین سے اب تک علمائے حدیث، شہادت اور گواہی کے سلسلہ اصول پر جانچتے اور پرکھتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد سے تقریباً تین سو سال تک لفظ علم سے صرف علم حدیث ہی کو تعبیر کیا جاتا تھا۔ لوگ دن رات اسی جانچ پڑتال میں لگے رہتے تھے۔ دور دراز کا سفر کرتے تھے۔ ایک ایک سے پوچھتے پھرتے تھے تاکہ اصول روایت و درایت پر ان

شہادتوں کی تقویم کر کے انہیں قبول یا رد کریں۔ راوی یعنی اس سلسلہ شاہدین میں سے ایک ایک کے عقائد اعمال و عادات اور شخصی احوال وافکار کا اتنا بڑا ذخیرہ اس مقصد کے لئے جمع کیا گیا کہ دنیا میں کہیں اور کسی قوم اور کسی زبان وادب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آج ہمارے پاس تقریباً بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) راویوں کے احوال محفوظ ہیں۔ اسی تحقیق و تدقین اور بے مثال جدوجہد سے علم الجرح والتعدیل، علم نقد الحدیث اور علم الرجال پیدا ہوئے۔ ان علوم میں جمع کیا ہوا بہت سا سرمایہ مطبوعات اور مخطوطات کی صورت میں آج ہمارے سامنے ہے۔

اگر خدانخواستہ تابعین اور ان کے شاگرد یہ ساری محنت نہ کر گئے ہوتے تو ہمیں آج کیسی دقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ کسی طرح معلوم ہی نہ ہوتا کہ ہادی برحق ﷺ نے کیا فرمایا، کیا عمل کیا اور کس عمل کی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن حکیم میں بار بار یہ حکم دے رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو ان کی اتباع کرتے رہو۔ ہم اطاعت واتباع کیسے کرتے اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ آپ نے کیا فرمایا کیا عمل فرمایا اور کس عمل کو جائز رکھا۔

رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال اور اجازتیں تو ہمارا دین ہے دنیا کے معمولی امور میں بھی ہم کسی ناشناسا اور مجہول کے بیان کو کب تسلیم کرتے ہیں۔ اور ہمیں ایسے بیان سے یقین تو کیا ظن غالب بھی کہاں حاصل ہوتا ہے؟ اس لئے یہ قطعاً ضروری ہے کہ حدیثوں کی جانچ پڑتال اور راویوں کی شناخت اور روایت کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے اور الحمدللہ کہ پہلی دو تین صدیوں کے بزرگوں نے اس کا پورا اہتمام کیا۔ اگر وہ یہ کام نہ کر جاتے تو ہمیں نا قابل حل مشکل پیش آتی۔

حدیث کا مقام

اس سلسلہ میں یہ غلطی کبھی نہیں کرنی چاہیے کہ تمام حدیثوں پر سے اعتبار بالکلیہ ختم کر دیا جائے۔ جولوگ ایسی غلط رائے قائم کر لیتے ہیں وہ فکر ونظر کی نارسائی کی وجہ سے بڑی نادانی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ حدیثوں کی حیثیت ثبوت تاریخی کی بھی ہے۔ حجت

شرعی کی بھی اور دلیل قانونی کی بھی۔ جو حدیثوں کی ان تینوں حیثیتوں میں سے کسی ایک میں شک کرے گا اس کا اعتماد دین اسلام پر سے اٹھ جائے گا۔ وہ سنت رسول اللہ ﷺ سے محروم ہو جائے گا۔ قرآن حکیم کی ہدایات و احکام پر عمل کی صورت اسے نظر نہیں آئے گی۔ اور خود قرآن حکیم بھی اس کے لئے قابل یقین باقی نہیں رہ جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ شخص ایک رکعت نماز بھی صحیح طور پر نہیں پڑھ سکے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ عبادات، مناکحات، معاملات اور متفرقات سے متعلق تمام احکام قرآنی کی عملی صورت صرف سنت نبوی ﷺ ہی سے واضح ہوتی ہے اور سنت کے سنت ہونے کی اطلاع ہمیں احادیث و آثار ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ذرا ان دو باتوں پر غور کیجئے۔

۱۔ قرآن مجید کو ہم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے خود نہیں سنا ہے اور نہ صحابہ کرام نے براہ راست جبرائیل امین سے سنا تھا۔ ہمیں یہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس ہی سے ملا ہے۔ صحابہ وصحابیات نے آپ کی آواز ہی سے سنا اور یاد کر لیا تھا۔ پھر صحابہ کرام سے ہم تک بذریعہ روایات ہی محفوظ چلا آرہا ہے اور اس طرح محفوظ چلا آرہا ہے کہ ایک امالہ اور ایک اشباع کا فرق بھی نہیں ہونے پایا ہے۔ یہ ایک بے مثال صورت تحفظ کی ہے جس کی نظیر دنیا میں کہیں دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ اگر روایات کے تمام سلسلہ کو بالکلیہ ساقط الاعتبار قرار دے دیا جائے تو قرآن مجید کے وحی الٰہی اور کلام باری ہونے کا یقین کس بنیاد پر قائم ہوگا؟

قرآن مجید نوشتوں کی صورت میں تو نازل نہیں ہوا تھا۔ اور نوشتوں کی نسبت نویسندہ کی طرف بھی تو زبانی روایات ہی کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ پھر بھی احتیاج زبانی روایات کی طرف باقی ہی رہ جاتی ہے۔ اب قرآن مجید کی ان آیتوں کو غور سے پڑھیئے اور سوچئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے متعلق تحفظ کا یہ وعدہ کیسے پورا کیا۔ اور روایات کو اس تکمیل وعدہ میں کتنی اہمیت حاصل ہے۔ کیا آج تک قرآن حکیم کی تعلیم زبانی نہیں دی جاتی ہے۔ اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ استاذ سے شاگرد کی طرف قرأت کی منتقلی بذریعہ آواز ہوتی ہے۔ بذریعۂ تحریر و نقوش نہیں ہوتی

ہے۔ اور تحریر و نقوش کی صورتیں تو ہر ملک و ہر زبان میں امتداد زمانہ سے بدلتی رہتی ہیں۔ سامی حروف ہوں یا آریائی، کانجی حروف ہوں یا چینی۔ ان میں عہد بہ عہد اصلاح و تحسین کا عمل تو جاری ہی رہتا ہے۔

۲۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کے الفاظ بھی الہامی ہیں اور معانی بھی۔ دونوں بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو ملے اور آپ سے صحابہ کرام نے سنا اور یاد کیا اور ان سے بذریعہ روایات ہی محفوظ و مامون ہم تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے تحفظ کا وعدہ فرمایا ہے اس کے الفاظ اور معنی دونوں کے تحفظ کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لا تحرک لسانک لتعجل به. ان علینا جمعه و قرانه فاذا قرانه فاتبع قرانه .

ثم ان علینا بیانه۔ سورۃ القیامہ، آیات ۱۶۔۱۷۔۱۸۔۱۹

ترجمہ: آپ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں کہ جلدی کریں۔ ہمارے اوپر اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا۔ پھر جب ہم پڑھ دیں تو آپ اس کے پڑھنے میں اتباع کیجئے۔ پھر ہمارے اوپر ہے اس کا بیان کر دینا۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ سورۃ الحجر آیت۔۹

ترجمہ: ہم نے ہی نازل کیا ہے۔ قرآن مجید اور ہم ہی اس کی بلا شک حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان آیتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے جمع کرنے، اس کو پڑھنے اور اس کے الفاظ کے تلفظ پھر ان الفاظ کے معنی مقصود کے بیان کی ذمہ داری خود اللہ جل جلالہ نے لے لی ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ذکر یعنی زبان سے ادا کرنے اور دل میں یاد رکھنے کی بات قرار دیا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کے مخاطب اول رسول اللہ ﷺ تھے اور آپ کے واسطہ سے اہل ایمان اور سارے انسان اس کے مخاطب ہیں۔ کسی کلام کے معنی مقصود و مراد الفاظ میں چھپے ہوئے نہیں ہوتے ہیں۔ اصل معنی مقصود متکلم کے ذہن میں ہوتے اور مخاطب کے ذہن

میں جو معانی ہوتے ہیں ان کو معنی و مفہوم کہا جاتا ہے۔ الفاظ آوازوں کا وہ مقررہ مجموعہ ہوتا ہے جو معنی مقصود کا ربط مخاطب کے معنی مفہوم سے قائم کر دیتا ہے۔ اس طرح بات مخاطب کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس کلیہ کو ایک مثال سے سمجھئے۔ آپ نے کہا ''پانی لا'' یہ دونوں الفاظ ہماری زبان کے الفاظ ہیں مخاطب کے ذہن پانی کا مسمی موجود ہے۔ اور لا کے عمل کا مطلب وہ سمجھتا ہے۔ آپ کی طلب کو سمجھ کر جس سے آپ ''پانی لا'' کہیں گے وہ آپ کو پانی لا کر دیدے گا۔ لیکن یہی دونوں لفظ اگر آپ فن لینڈ یا سویڈن کے کسی شخص سے کہیں گے تو وہ آپ کو سوالیہ انداز میں دیکھنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ کے معنی و مقصود سے وہ بے خبر ہے۔ اس کے ذہن میں نہ پانی کا مسمی ہے اور نہ لا کے کوئی معنی ہیں۔

قرآن مجید کا متکلم اللہ تعالیٰ ہے معنی مقصود ذہن الٰہی میں ہے۔ اسی نے مخاطب اول رسول اللہ ﷺ کے ذہن میں اس کے معنی مفہوم پیدا کئے اور آپ نے مراد الٰہی کو سمجھا۔ اس کے مطابق عمل، دوسروں سے عمل کرایا۔ ظاہر ہے کہ ذہن الٰہی کو پڑھنا نہ ہمارے بس کی بات ہے اور نہ کسی انسان کی یہ قدرت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مراد و مقصود سمجھنے کا ذریعہ صرف یہی رہ جاتا ہے کہ ہم دیکھیں رسول اللہ ﷺ نے اسے کیا سمجھا اور کس طرح حکم الٰہی کی تعمیل کی۔ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ دیکھ سکتے تھے اور ان کی آواز سن سکتے تھے۔ اب اگر حدیثوں اور روایتوں کو بالکلیہ ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو الفاظ قرآنی کے معنی مقصود کیسے معلوم کئے جائیں گے؟

اس سلسلہ میں اور بہت سی حکمت و دانائی کی باتیں کہی جاسکتی ہیں لیکن صرف ان ہی دو باتوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو تو مانتے ہیں لیکن احادیث کو قبول نہیں کرتے۔ وہ کتنے سخت جہل مرکب میں گرفتار ہیں اور عقل و دانش سے کتنے دور جا پڑے ہیں۔ جھوٹی حدیثوں اور ضعیف روایتوں کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ حدیث و روایات کا یہ سارا سلسلہ ساقط الاعتبار ہے ایک انتہائی غلط قول ہے اور عقلاً و عملاً حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

خبر

ممکن ہے کہ بعض ذہنوں میں یہ خیال آئے کہ ہم نے چونکہ خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں ہے اور نہ اپنی کانوں سے آپ کی آواز سنی ہے اس لئے ہمیں کوئی اطلاع نہیں ہے۔ اور ہم یہ یقین کر ہی نہیں سکتے کہ واقعتہً آپ ﷺ نے یہ کہا یا نہ کہا۔ اگر ہم خود شاہد ہوتے تو البتہ حدیثوں کے قبول کرنے میں ہمارے لئے کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

یقیناً یہ خیال ایک اہم خیال ہے لیکن ہم اپنی عملی زندگی پر ذرا سا غور کریں تو یہ خیال ختم ہو جاتا ہے۔ اور واضح ہو جاتا ہے کہ یہ غلط خیال صحابہ کرام سے بدگمانی کی پیداوار ہے یا پھر دنیا کے بعض مسلمہ اصول علمی سے بے خبری سے پیدا ہوا ہے۔ ہم اپنی عملی زندگی میں جن معلومات پر یقین قائم کر کے ان کے مطابق عمل کرتے ہیں ان میں شاید چار پانچ فیصد بھی ہمارے ذاتی مشاہدات نہیں ہوتے ہیں لیکن ہم کو ان کا یقین بھی حاصل ہو جاتا ہے اور ہم ان کے بموجب عمل بھی کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے اہم فیصلے ان ہی خبروں کی بنیاد پر صادر کر دیتے ہیں جو ہمیں دوسروں سے حاصل ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ طے کرے کہ وہ کسی خبر کو کبھی تسلیم نہیں کرے گا تو کیا وہ ایک دن بھی زندگی بسر کر سکتا ہے؟ یہ رشتے ناطے یہ تجربات ونتائج بلکہ یہ تمام تمدنی امور دوسرے کی دی ہوئی خبروں پر ہی تو قائم ہیں۔ اگر کوئی جج مقدمہ میں استغاثہ اور صفائی کی متضاد اور متصادم شہادتوں سے گھبرا کر کام چھوڑ دے تو اسے کیا کہا جائے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس حصول علم کے تین ذرائع ہیں۔ مشاہدہ، استدلال، اور خبر۔ مشاہدہ سے بہت زیادہ بھی علم ہمیں حاصل ہوتا ہے تو ان کی تعداد تین یا چار فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی۔ استدلال سے تو اور بھی کم علم حاصل ہوتا ہے۔ باقی سارا علم ہمیں صرف خبر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ خبریں سچی بھی ہوتی ہیں اور جھوٹی بھی۔ ہمیں قدم قدم پر دونوں طرح کی خبروں سے واسطہ پڑتا ہے اور ہم مختلف طریقوں سے ان خبروں کی قیمتیں متعین کرتے ہیں اور تحقیق وتلاش کے بعد ان میں سے سچ نکال ہی لیتے ہیں۔

قرآن مجید اور تعامل صحابہ

بالکل یہی عملی طریقہ حدیث و آثار کے پرکھنے کے لئے پوری دقت نظر اور سخت ترین تنقیحوں کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ علمائے حدیث کے سامنے ۳۲ ہزار راویان حدیث و آثار کے نام، نشان، ذاتی احوال و کردار اور عقائد و اعمال علم الرجال کی صورت میں موجود تھے ہی۔ لیکن اس کے علاوہ دو محکم پیمانے بھی موجود تھے۔ اول قرآن مجید جو لفظاً محفوظ، متداول اور اہل ایمان کے سینوں میں محفوظ تھا۔ دوم، تعامل صحابہ کون ذی ہوش اس شبہ میں گرفتار ہو سکتا تھا کہ تبوک سے یمن تک پھیلے ہوئے یہ لاکھوں صحابہ وصحابیات کسی بے اصل بات پر اتفاق کر کے عمل پیرا ہو گئے تھے اور کس کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ مسجدوں میں جو یہ پانچ اوقات اذانیں ہوتی ہیں اور لوگ جماعت سے نمازیں ادا کرتے ہیں یہ قول و فعل رسول سے ثابت نہیں ہے۔ یا لوگ جو ماہ رمضان میں روزے رکھتے ہیں۔ ماہ ذی الحجہ میں حج کرتے ہیں یہ سب قول و فعل رسول اللہ ﷺ کے مطابق نہیں ہے۔

تنقیح روایات

حدیثوں اور روایتوں کی تنقیح کے جو اصول مقرر کئے گئے ہیں وہ تمام تر عملی اور عقلی اصول ہیں۔ سب سے پہلی تنقیح جو روایات کو پرکھنے کے لئے کی جاتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ روایت قرآن مجید کے کسی بیان یا حکم کے خلاف تو نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی روایت سامنے آتی ہے تو راویوں کی تنقید نہیں کی جاتی بلکہ یہ فیصلہ صادر کر دیا جاتا ہے کہ یہ روایت صحیح اور معتبر نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول، کوئی فعل یا کوئی شان قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد دوسری تنقیح یہ ہوتی ہے کہ یہ روایت صحابہ کے اجماعی عمل یعنی تعامل صحابہ کے خلاف تو نہیں ہے۔ عقل انسانی کسی طرح یہ قبول نہیں کر سکتی کہ صحابہ نے ایک کذب پر اتفاق کر لیا تھا۔ کذب پر ایک چھوٹی سی جماعت کا اتفاق ممکن نہیں ہے۔ چہ جائیکہ آٹھ لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام اور صحابیات کا اتفاق۔ جب کہ یہ لوگ دس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبہ پر مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

ان کا کسی ایک جگہ پر جمع ہونا ہی عقلاً اور عملاً ممکن نہیں ہے۔ یہ کہاں ممکن تھا کہ خود ہادی برحق رسول اللہ ﷺ کے کسی قول یا فعل کی مخالفت پر اتفاق ہو جاتا۔ ایسی کوئی روایت سامنے آتی ہے تو اسے منکر اور غیر معتبر قرار دیا جاتا ہے اور واضح طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ اس روایت سے سنت رسول ﷺ کی اطلاع ہمیں حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب جو روایتیں ان دونوں تنقیحوں سے صحیح و سالم گزر جاتی ہیں۔ انہیں روایت و درایت کے بنیادی اصول پر پرکھنے کے بعد معتبر قرار دیا جاتا ہے۔ اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ ان روایتوں کے ذریعہ ہمیں سنت رسول ﷺ کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے تمام راویوں کے نام، نشان، شخصی احوال، زمانہ بیان خبر کی کیفیت، تائید و مخالفت شیخ سے ملاقات وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں تلاش کی جاتی ہیں۔ اور یہ ضرور دیکھا جاتا ہے کہ راوی کے عقائد، افکار اور اعمال کا کوئی اثر تو روایت پر نہیں ہے۔

ائمہ حدیث نے جن حدیثوں کو معتبر اور مخبر سنت قرار دیا ہے ان کو بالکلیہ رد کر دینے کی کوئی عقلی وجہ موجود نہیں ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی شخص کو معصوم قرار دے کر آپ اس شخص سے ایسی عقیدت وابستہ نہ کر لیں جو حق تک پہنچنے کی راہ آپ پر مسدود کر دے۔ دنیا کی سب سے بڑی مصیبت آباء پرستی، اور پاپائیت ہے۔ یہ وہ مرض ہے جو صرف روایات حدیث و آثار ہی نہیں بلکہ ہر حق کا دروازہ آپ پر بند کر سکتا ہے۔

علمائے حدیث کی یہ کمال دیانت داری ہے کہ معتبر اور مستند روایات ہی نہیں بلکہ ضعیف اور موضوع روایتوں کو بھی ضائع نہیں کیا۔ ورنہ ہمارے پیر و مرشد کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ ہماری خانقاہ کے سارے رسوم حدیثوں ہی سے لیے گئے ہیں مگر محدثین نے وہ ساری حدیثیں ہی ضائع کر دیں۔ قل، چہارم، چالیسواں، سب کی حدیثیں تھیں مگر محدثین نے سب کو ضائع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے علمائے حدیث کے ذریعہ اپنے دین کو بڑا تحفظ عطا فرمایا ہے کہ روایات سے صحیح و سقیم کو الگ الگ کرا دیا۔

کوئی تعجب نہیں

اس سلسلہ میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ بہت سی غلط باتیں لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیں اور بڑے بڑے صاحب علم حضرات نے بھی سادہ لوحی اور فرط محبت و عقیدت میں ایسی بے سروپا باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھ دیا یا اپنے وعظوں میں بیان کر دیا۔ دنیا کے ہر بڑے آدمی کے متعلق ہزاروں قصوں، کہانیوں اور اقوال و اعمال کی نسبت دشمن تو دشمن خود دوستوں کی طرف سے کی جاتی ہے۔ درباروں کے قصے، جوگیوں کے افسانے اور فاتحین کے جنگ ناموں کو دیکھ لیجئے۔ ان میں کیا کچھ نہیں مل جاتا ہے اور کتنی تفصیلات کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرنے والا خود وہاں موجود تھا اور نہ صرف موجود تھا بلکہ کیمرہ اور ریکارڈ مشین بھی اس کے پاس موجود تھی۔ خیال ہوتا ہے کہ شاید جو آدمی جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے اتنی ہی بے سروپا افسانے اس کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں۔ پھر یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ بہت سی باتیں اس بے مثال، عظیم الشان اور خاتم النبیین کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جن کے برابر کوئی دوسرا انسان خالق کائنات نے پیدا ہی نہیں کیا۔ ہر زمانہ میں آپ کے مخالف و معاند بھی موجود رہے اور مخلص و فدائی بھی۔ کچھ باتیں فرط عقیدت میں کہہ دی گئیں اور کچھ معاندین نے عیب و نقص ثابت کرنے کے لئے بنا کر پھیلا دیں۔

یہ تو احسان ہے خالق کائنات کا کہ اس نے ہزاروں ہی ارباب حدیث کے دلوں کو اس طرف پھیر دیا اور انہوں نے تین سو سال سے زیادہ مدت تک بڑی باریک بینی کے ساتھ تمام روایتوں کو چھانا، پھٹکا اور پوری جانچ پڑتال کے بعد ان کی قیمتیں متعین کیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔

شواہد و توابع

مجموعہ ہائے احادیث و آثار میں بہت سی روایتیں ایسی ملتی ہیں جو اصطلاحاً شواہد اور توابع کہلاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شواہد و توابع کہلانے والی روایتیں اگرچہ روایۃً اول درجہ کی صحیح روایتیں نہیں ہیں لیکن ان سے بھی اصل اور معتبر روایتوں کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

ان سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ ایک ضعیف یا موضوع روایت کی اگر شواہد اور توابع روایتوں سے تائید ہو جائے تو وہ ضعیف یا موضوع روایت قابل اعتبار ہو جائے۔ ایک جھوٹ دوسرے جھوٹ کو صحیح نہیں ثابت کر سکتا اور نہ کسی مجہول راوی کی روایت کو دوسرے مجروح یا مجہول روای کے بیان کی تصدیق کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ عمل اصول شہادت کے خلاف ہے اور عقل انسانی بھی اس کو قبول نہیں کر سکتی۔ آباؤ اجداد اور بزرگان سلف کی پیروی بھی ایک حد کے اندر ہی جائز ہو سکتی ہے۔ مطلقاً پیروی جائز نہیں ہوتی ہے۔

ضعیف اور موضوع

اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے دو سوالات اٹھائے ہیں۔

(اول) یہ کہ کسی روایت کا ضعیف ہونا اور بات ہے اور موضوع ہونا اور بات ہے۔ یہ سوال صحیح ہے اصطلاحاً ضعیف اور ہے اور موضوع اور ہے۔ ان دونوں کے مابین نسبت یہ ہے کہ ہر موضوع ضعیف ہے لیکن ہر ضعیف موضوع نہیں ہے۔ اس تحریر میں اصطلاحات حدیث پر گفتگو مقصود نہیں ہے۔ کہنا یہ مقصود ہے کہ جو باتیں غلط طور پر حضرت رسول اللہ ﷺ یا ان کے کسی صحابی کی طرف منسوب کر کے پھیلائی جاتی ہیں ان سے احتراز ہی اولیٰ ہے۔ اگر وہ روایت موضوع ہے تو ظاہر ہے کہ بناوٹ اور جعل سازی ہے اور اگر وہ روایت ضعیف ہے تو بھی اس کی نسبت کا یقین ہمیں حاصل نہیں ہوتا ہے۔ پھر دیدہ و دانستہ ایسی روایتوں کا بیان کرنا کوئی عمل صالح تو نہیں ہو سکتا۔ ہمیں جس بات کا خود یقین نہ ہو اس کا بار بار تحریر و تقریر میں دہرانا بری بات ہے۔ اس سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

(دوم) یہ کہ مناقب و فضائل میں ضعیف بلکہ موضوع روایتوں کو بھی بعض علمائے متاخرین نے قبول کر لیا ہے۔ یہ اصول ہی عقلاً و دیانتہً قابل قبول نہیں ہے۔ غلط بہرحال غلط ہے۔ اگر احکام میں ضعیف روایتیں قابل قبول نہیں ہیں تو فضائل و مناقب میں بھی انہیں ناقابل قبول ہی ہونا چاہیے۔ اگر کسی کی عیب جوئی میں غلط باتیں بیان کرنا گناہ ہے تو اس کی تعریف و توصیف میں

بھی جھوٹ بولنا ممنوع ہے۔ جب تک ہمیں کسی قول کی نسبت کا یقین حاصل نہ ہو اسے رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی کی طرف منسوب کر کے اسے بیان کر دینا دیانت کے صریحاً خلاف ہے۔ مبادا کہ یہ نسبت غلط ہو اور ہم اس کو منسوب کر کے کاذب اور گناہگار قرار پائیں۔ یہ عذر کوئی صحیح عذر نہیں ہے کہ فلاں بزرگ نے اپنی کتاب میں یہ روایت لکھی ہے ان بزرگ سے غلطی ممکن ہے۔ انہوں نے اگر غلطی کی تو ہم دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے۔ ہم ان کی اس سلسلہ میں پیروی نہیں کر سکتے۔

اگرچہ ارباب علم نے روایات کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں۔ مثلاً مرفوع، مرسل، متصل، منقطع، صحیح لذاتہ، حسن لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ، متواتر، مشہور، معلل وغیرہ وغیرہ لیکن یہ سب قسمیں علم حدیث کے خادموں کی باریک بینی اور تحقیق وتمحیص کی مخلصانہ مساعی کے نتائج ہیں۔ ارباب علم حدیث کی یہ مساعی ہر آئینہ قابل ستائش ہیں۔ مگر نتیجۃً روایات کی صرف دو ہی قسمیں قرار پاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

ا۔ معتبر قابل قبول روایتیں، یعنی وہ روایتیں جو اسناد اور متن کے اعتبار سے معتبر ہوں، عقل وخرد سے بہرہ ور ایک دیندار مسلمان کے نزدیک اس متن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح ہو اور اس کے لئے موجب علم ہو سکے۔ ایسی روایتوں کو آئمہ حدیث وفقہ نے سنت رسول اللہ ﷺ کے معلوم کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ یہی ہمارا سرمایۂ حدیث وآثار ہے۔

۲۔ غیر معتبر نا قابل قبول روایتیں۔ یعنی وہ روایتیں جو اسناد کی خرابی یا متن کے منکر، نا معروف یا قرآن مجید سے متعارض ہونے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ شان رسالت سے پست معانی پر مشتمل ہوں اور ایک دیندار صاحب علم کے لئے قابل قبول نہ ہوں۔ انہیں ائمہ حدیث وفقہ نے اس قابل نہیں قرار دیا ہے کہ ان سے ہمیں سنت رسول ﷺ کا علم حاصل ہو سکے۔ اس قسم میں سند یا متن کے نقص کی وجہ سے بہت سی مختلف درجہ کی روایتیں داخل ہیں۔

علم حدیث کی بعض مشہور کتابیں

احادیث و آثار کے مختلف مجموعے اپنی ترتیب اور مشتملات کے امتیاز سے مختلف ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں۔

مثلاً المنتقیٰ، المصنف، المسند، المستدرک، المعجم، الموطا، السنن، الجامع وغیرہ وغیرہ۔

ان مجموعوں میں سے زیادہ تر مشہور و متداول کتابیں یہ ہیں۔ ان ہی میں ہم احادیث و آثار کی روایتیں پاتے ہیں۔

پہلی قسم یعنی معتبر و مقبول روایتیں زیادہ تر ان کتابوں میں ملتی ہیں۔ بلکہ ان کتابوں کا غالب حصہ معتبر روایتوں ہی پر مشتمل ہے۔ دوسری قسم یعنی غیر معتبر روایتیں ان میں کم بہت ہی کم بلکہ صرف چند ہی پائی جاتی ہیں۔

۱۔ الموطا	للامام مالک المتوفی ۱۷۹ھ
۲۔ الجامع الصحیح	للامام ابی عبداللہ محمد بن اسمعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ
۳۔ الجامع الصحیح	للامام مسلم بن الحجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ
۴۔ جامع السنن	للامام ابی عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ
۵۔ کتاب السنن	للامام عبداللہ الدارمی المتوفی ۲۸۵ھ

ان کے علاوہ اور بھی بعض مجموعے ایسے ہیں جن میں زیادہ تر معتبر اور مقبول روایتیں مل جاتی ہیں لیکن ان کا درجہ مندرجہ بالا پانچ کتابوں کے برابر نہیں ہے۔ مثلاً سنن الدارقطنی، سنن ابی داؤد السجستانی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ القزوینی وغیرہ وغیرہ۔

ایک بہت بڑا مجموعہ السنن الکبریٰ للامام احمد بن حسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ ہے جو دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور طبع ہو چکا ہے اس مجموعہ میں امام بیہقی نے اس کی کوشش کی ہے کہ صحیح، مقبول و نامقبول جو روایتیں انہیں مل سکی ہیں سب ایک جگہ جمع کر دیں۔ اس طرح انہوں نے ایک بڑی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ جزاہ اللہ خیرا

امام بیہقی کے بعد جو مجموعہ ہائے حدیث و آثار جمع کئے گئے ہیں وہ زیادہ تر امام بیہقی اور ان سے ماقبل کے مجموعوں سے ماخوذ ہیں۔

دوسری قسم کی یعنی غیر معتبر و نامقبول روایتیں حسب ذیل مجموعوں میں ملتی ہیں۔

۱۔ مسند الفردوس للدیلمی المتوفی (خود الدیلمی ایک نا قابل اعتبار راوی ہیں اور ان کی سند ان سے بھی زیادہ نا قابل اعتماد مجموعہ ہے)۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء اور کتاب الفتن لابی نعیم الاصفہانی (ان دونوں کتابوں کا درجہ بھی مسند الفردوس للدیلمی سے زیادہ بلند نہیں ہے)۔

۳۔ المصنف لعبد الرزاق المتوفی ۲۱۱ھ (گیارہ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے اس مجموعہ میں بہت سی غیر معتبر روایتیں ملتی ہیں۔ شاید الشیخ عبد الرزاق نے کچھ زیادہ چھان بین نہیں کی ہے)۔

۴۔ المصنف لابن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ (جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ ابھی تک مکمل نہیں طبع ہوا ہے۔ میں نے کچھ تھوڑے سے نامکمل مطبوعہ حصے پڑھے ہیں میری رائے میں اس کا مرتبہ مصنف عبد الرزاق سے زیادہ بلند نہیں ہے۔ بہت سی غیر معتبر روایتیں اس میں پائی جاتی ہیں)۔

۵۔ المستدرک للحاکم المتوفی (مؤلف کا مقصد ہی یہ ہے کہ صحیح البخاری کو نامکمل اور ناقص ثابت کیا جائے۔ اس لئے اس میں بہت سی غیر معتبر روایتیں درج ہو گئی ہیں)۔

۶۔ المعجم للطبرانی (یہ تین ہیں: المعجم الکبیر، المعجم الوسیط، اور المعجم الصغیر، ان میں طبرانی نے وہ سب کچھ درج کر دیا ہے جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنا۔ یہ اسمائے شیوخ پر مرتب ہیں اور ان میں بہت سی غیر معتبر روایتیں پائی جاتی ہیں)۔

۷۔ مسند الامام احمد ابن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ (یہ ایک بہت وسیع مجموعہ احادیث و آثار ہے جو کئی بار چھپ چکا ہے۔ اس کا جدید ایڈیشن چھ جلدوں میں علامہ محمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ مصر میں چھپا ہے۔ اس میں ہر قسم کی روایتیں ہیں۔ معتبر بھی اور غیر معتبر بھی اس کتاب کی نسبت بھی امام اہل

السنۃ احمد بن حنبل کی طرف صحیح نہیں ہے۔ امام احمد نے کوئی کتاب المسند کے نام سے جمع نہیں کی تھی۔ البتہ کچھ متفرق اجزاء لکھے تھے۔ امام احمد کی وفات کے بعد ان کے فرزند گرامی عبداللہ بن احمد نے اپنی مرویات کا اضافہ کر کے اسے کتاب کی شکل دی۔ ان کے اضافوں کو زیادات کہا جاتا ہے۔ ــــہ میں عبداللہ بن احمد کی وفات کے بعد یہ مسودہ ایک شخص القطیعی کے ہاتھوں میں آیا۔ انہوں نے بہت سی غیر معتبر روایتوں کا اس میں اضافہ کر کے اسے ضخیم مجموعہ بنا دیا۔ القطیعی سے اس ضخیم مجموعہ کو روایت کرنے والے ایک صاحب علی بن المذہب ہیں جن کی عمر القطیعی کی وفات کے وقت صرف دس یا بارہ سال تھی۔ یہی مجموعہ زمانہ مابعد میں نقل ہوتا رہا اور آج طبع ہو کر ہمارے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔ (دیکھئے مقدمہ جدید۔ اور میزان الاعتدال)

۸۔ کتاب الترغیب والترہیب لعبد العظیم المنذری المتوفی (اس کتاب کو صرف حدیثوں اور آثار کا مجموعہ کہنا بھی شاید صحیح نہ ہو۔ بہت سی بے سر و پا باتیں اس میں حدیث کے نام سے درج ہیں۔ ان کتابوں کے سوا اور بہت سی کتابیں مسانید اور معاجم کے نام سے موجود ہیں جن میں غیر معتبر روایات ملتی ہیں یہ بات نہیں ہے کہ ان میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ ہیں اور بہت سی ہیں لیکن بے تنقیح اندراج کی وجہ سے غیر معتبر روایتیں بھی بہت سی شامل ہو گئی ہیں۔

ان کتابوں کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض مجموعے بعض علمائے اسلام اور محدثین کے ناموں سے منسوب کر دیئے گئے ہوں تا کہ مسلمان ان کو قبول کر لیں ورنہ انہیں مجاہیل اور کذابین کے ناموں سے مسلمان ہرگز قبول نہ کرتے۔

احادیث و آثار کی کتابوں کے علاوہ اہل تصوف کی کتابوں میں بہت سی غیر معتبر روایات ملتی ہیں، مثلاً حکیم الترمذی کی تصنیفات میں، امام غزالی کی احیاء العلوم میں، ابو طالب مکی کی قوت القلوب میں، ابن عربی کی تصنیفات فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم میں اور مولانا عبدالحق دہلوی کی اخبار الاخیار میں۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان، تفسیر کلبی، تفسیر ثعالبی، تفسیر السراج، اور تفسیر الدر المنثور میں بہت سی بے اصل و بے بنیاد روایتیں موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بزرگ عبادوزاہدین اس بارے میں بڑے ہی مظلوم لوگ ہیں کہ ان بے گناہوں کی وفات کے بعد ان کی طرف سے بہت سی بے سروپا روایتیں منسوب کردی گئی ہیں۔صوفیا کی طرف منسوب ملفوظات اور مکاتیب کے مجموعوں کو دیکھ کر آدمی حیران رہ جاتا ہے۔حالانکہ ہم ان کی پاک صاف زندگیوں کا یقین رکھتے ہوئے کبھی یہ خیال بھی نہیں کرسکتے کہ انہوں نے یہ باتیں کہی ہوں گی۔

ضعفاء ومتروکین

ضعیف اور موضوع روایتوں میں سے اکثر کی تو کوئی سند ہی نہیں ہوتی ہے۔اور جن کی سندیں لوگوں نے بنادی ہیں۔ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ مجاہیل اور کذابین کی ایک زنجیر نظر آتی ہے۔اکثر موضوع روایتوں میں ان راویوں کے نام ہوتے ہیں جن کو اہل علم نے نا قابل اعتبار قرار دے کر متروک کہا ہے۔اوران سے روایت کرنے کی ممانعت کرتے ہیں۔بعض بزرگوں نے ان کے ناموں کی فہرستیں بھی اپنی کتابوں میں کتاب الضعفاء والمتروکین کے عنوان سے مہیا کی ہیں۔بعض مستقل تصنیفات بھی اس نام سے موجود ہیں۔ان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے علم الرجال کی کتابیں مثلاً کتاب الجرح والتعدیل میزان الاعتدال للذھبی ،لسان المیزان ،لابن حجر العسقلانی اور تنقیح المقال لعبداللہ المامقانی وغیرہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ چند مشہور ضعفاء و متروکین کے نام اس جگہ درج کیے جاتے ہیں۔یہ وہ ہیں جن کی روایتیں قابل اعتبار نہیں سمجھی جاتی ہیں۔

شہر بن جوشب، محمد بن سرور البلخی ، سمعان المہدی، حماد بن عمر النصیبی ، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم، ایوب بن عتبہ، محمد بن البحر بیاری، جعفر بن ہارون الواسطی، عبداللہ بن المسور المدائنی ،عبدالقدوس شامی ،ابوعاتکہ طریف بن سلیمان، ابوعقال ہلال بن زید، ابوسعید عبدالحمید بن حبیب بن ابی العشرین ،ابوزید بن عبدالرحمٰن بن زید الجراری العجمی البصری ،ابوسعید عبداللہ بن قیس الرقاشی ،ابوسعید عبدالمنعم بن نعیم ،الدیلمی ،ابونعیم الاصفہانی ،یونس بن بکیر، حسین بن ذکوان،

ابوزرعۃ

اسی طرح وہ تمام راوی ناقابل اعتماد ہیں جو حضرت حسن بن یسار بصری کی روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی بدری صحابی سے بیان کریں۔ حضرت حسن بن یسار نے کسی بدری صحابی کو نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ کبھی انہوں نے کسی بدری صحابی سے کوئی روایت کی تھی۔ جو ایسی کوئی روایت بیان کرتا ہے وہ کذاب ہے۔ حسن بصری کا دامن اس کذب سے پاک ہے۔

نامعتبر اور نامقبول

اب بطور نمونہ چند ایسی عبارتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جنہیں غیر محتاط لوگ بطور حدیث مرفوع یا اثر صحابی اپنی تقریروں اور تحریروں میں بیان کیا کرتے ہیں۔ یہ (۱۲۵) عبارتیں اور فقرے ہیں ان سے اندازہ ہو جائے گا کہ لوگوں نے ارادۃً یا بلا ارادہ کیسی کیسی عبارتیں بزرگان مابعد کے اقوال، ضرب الامثال، جاہلی اشعار کے ٹکڑے حضرت رسالتمآب ﷺ اور ان کے اصحاب گرامی منزلت کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ یہ محض چند نمونے ہیں ورنہ نامعتبر روایات ہزاروں ہی کی تعداد مختلف مجموعوں اور مکاتیب صوفیاء میں ملتی ہیں۔ جو لوگ زیادہ روایات دیکھنا چاہیں وہ ان بڑی بڑی کتابوں میں دیکھیں جن کا ذکر اس تحریر میں پہلے آ چکا ہے۔ خصوصاً حسب ذیل چار کتابوں کا مطالعہ انشاء اللہ معلومات افزاء ثابت ہوگا۔

۱۔ کتاب الموضوعات مؤلفہ ابن الجوزی

کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ عام طور پر علمی کتب خانوں میں مل جاتی ہے۔

۲۔ الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ مؤلفہ علامہ الشوکانی

کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ اور سہل الوصول ہے۔

۳۔ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ مؤلفہ شیخ ناصر الدین الالبانی مطبوعہ دمشق

۴۔ مذیل الخفاء والالباس الاحادیث الموضوعہ مؤلفہ اسمعیل بن محمد العجلونی

یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس وقت میرے سامنے القاہرہ مصر کا مطبوعہ نسخہ

۱۳۵۱ھ موجود ہے جو کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں داخلہ (۱۵۵م) پر موجود ہے۔ آئندہ تحریر میں مزیل الالباس روایت کے نمبر بھی لکھ دیئے ہیں تا کہ تلاش میں آسانی رہے۔

اس جگہ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ خود علامہ العجلونی بہت ہی معروف متصوف ہیں۔ وہ ہر بے اصل بات کے لئے کوئی نہ کوئی اصل تلاش کرنے کی پوری سعی کرتے ہیں۔ لیکن بہر حال وہ ایک وسیع مطالعہ عالم ہیں۔ اس لئے بے اصل کو بے اصل اور موضوع کو موضوع کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

نمونے۔ غیر معتبر روایات

۱۔ اطلبو العلم ولو كان بالصين علم کی طلب کرو چاہے چین میں ہو

کبھی اسی قدر اور کبھی ایک یا دو الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اس جملہ کو حدیث بنا کر دہرایا جاتا ہے کہ اس کے حدیث مرفوع ہونے بلکہ پوری عبارت کے بہ لفظ رسول ﷺ ہونے سے بھی کسی عام آدمی کو انکار نہ ہو۔ مضامین میں اشتہاروں میں جلسوں میں اور تعلیمی عمارتوں پر اس جملہ کو لکھ کر نیچے حدیث شریف لکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جملہ نہ حدیث ہے اور نہ کسی صحابی کی طرف سے اس قول کی نسبت صحیح ہے۔ علمائے حدیث اس کو واہیات بتاتے ہیں اور ائمہ اسے باطل، موضوع اور من گھڑت روایتوں میں شمار کرتے ہیں۔ (مزیل الخفاء والالباس)

۲۔ اعوذ بالله من غضب الحليم

میں کسی بردبار آدمی کے غصہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں

ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ یہ خوبصورت سا جملہ کسی پیشہ ور واعظ یا کسی خانقاہی صوفی کی ذہانت سے پیدا ہوا ہے۔ اور مقبول ہوتے ہوتے لوگوں نے اسے حدیث بنا دیا ہے۔ اور اب تو یہ جملہ خوب چلتا ہے، کوئی اسے قول رسول ﷺ کہتا ہے اور کوئی کسی نہ کسی صحابی کی طرف اس جملہ کو منسوب کر دیتا ہے۔ (۴۳۴)

۳۔ لتفترقن امتي على ثلاث وسبعين فرقة ۔۔۔ میری امت تہتر فرقوں میں ضرور بٹ

جائے گی۔

اس طرح کی اور متعدد روایتیں ہیں جن میں دو چار لفظوں کے اختلاف کے ساتھ ہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان ساری روایتوں کا یہ حال ہے کہ متن میں اضطراب ہے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے یہی حال ان روایتوں کی اسناد کا ہے اضطراب، راوی مجروح، سند مقلوب، نتیجہ یہ کہ اس مضمون کی ایک روایت بھی قابل اعتبار نہیں ثابت ہوتی۔

۴۔ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور العلماء یحشرون مع الانبیاء**

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اور علماء کا حشر انبیاء کے ساتھ ہوگا۔

الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ اس قسم کی متعدد روایتیں مختلف مجموعہ ہائے حدیث میں ملتی ہیں البتہ صحیحین میں نہیں ہیں۔ یہ روایتیں نہ اپنی متن کے اعتبار سے صحیح ہیں اور نہ سند کے اعتبار سے اور بعضوں نے تو بغیر سند ہی متن نقل کر دیا ہے۔ اکثر علمائے حدیث کا فیصلہ تو یہ ہے کہ یہ روایتیں محض جعلی اور موضوع روایتیں ہیں جنہیں لوگوں نے بطور حدیث کے بیان کر دیا ہے۔ (۵۱۲-۱۷۴۴)

۵۔ **الھریسۃ** ۔ ایک قسم کا کھانا ہے۔ اس کھانے کی تعریف میں بہت سی روایتیں گھڑی گئی ہیں۔ جنہیں واعظین بطور حدیث مرفوع پیش کرتے ہیں۔ یہ سب بے اصل روایتیں ہیں۔ (۵۲۱)

۶۔ **الرفیق قبل الطریق والجار قبل الدار** ۔ راستہ سے پہلے رفیق سفر اور گھر سے پہلے ہمسایہ (کو دیکھو) یہ ایک عربی ضرب المثل ہے۔ لوگ بے احتیاطی میں اسے حدیث رسول اللہ ﷺ بنا کر پیش کر دیتے ہیں (۵۳۱)

۷۔ **السنۃ الخلق اقلام الحق** ۔ عوام کی زبانیں اللہ کے قلم ہیں۔

محض بے اصل سی ایک بات ہے۔ نہ حدیث مرفوع ہے اور نہ اثر صحابی (۵۳۲)

۸۔ **مامات النبی ﷺ حتی قراء و کتب** ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک پڑھ لکھ نہ لئے۔

امام شوکانی نے اپنی کتاب الفوایدالمجموعہ ص ۳۲۶ میں الطبرانی سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر اور کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ہی بالکلیہ غلط ہے۔

۹۔ انا اکرم علی اللہ من ان یسر کنی فی التراب الف عام۔ اللہ کے نزدیک میری توقیر اس سے زیادہ ہے کہ مجھے ایک ہزار سال مٹی میں چھوڑ دے۔

یہ روایت جعلی ہے اور موضوع ہے اس کی کوئی اصل نہیں نہ صحیح اور نہ ضعیف۔ (۶۰۸)

۱۰۔ انا افصح من نطق بالضاد۔ میں حرف ضاد بولنے والوں میں سب سے فصیح تر ہوں۔

بات تو صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ فصیح ترین تھے۔ مگر ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔

۱۱۔ الصلوۃ علی افضل من عتق الرقاب. مجھ پر درود بھیجنا غلاموں کو آزاد کرنے سے افضل ہے۔ درود پڑھنا اچھی بات ہے۔ لیکن ایسی کوئی روایت نہیں ہے کسی کذاب واعظ نے یہ عبارت بنا کر چلا دی ہے۔ شاید یہ غلط روایت کسی نے اس مقصد سے بنائی ہو کہ ہر نیکی پر درود پڑھنے کی افضلیت ثابت کی جائے۔

۱۲۔ انا من اللہ و المومنون منی۔ میں اللہ سے ہوں اور سارے ایمان والے مجھ سے ہیں۔

مزیل الخفاء والالباس من العجلونی نے روایت نمبر ۶۱۹ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس روایت کو غلط بتایا ہے واعظین اسے حدیث قدسی بتا کر بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ محض کذب و جعلسازی ہے۔

۱۳۔ انفق مافی الجیب یا تک ما فی الغیب۔ جو جیب میں ہے خرچ کر دو۔ جو غیب میں ہے وہ تمہارے پاس آجائیگا۔

مزیل الخفاء میں روایت ۶۴۱ میں اس کا ذکر ہے۔ یہ کسی صوفی صاحب نے ترغیب زہد کے لئے بنائی ہے۔ کوئی حدیث مرفوع یا اثر صحابی نہیں۔۶۴۱

۱۴۔ السلطان ظل اللہ۔ بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔

اس کو حدیث مرفوع بنا کر مختلف الفاظ اور مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے

کہ اس کی کوئی سند صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی شاید ثابت نہ ہو سکے کہ عہد رسالت میں بادشاہ کے لئے لفظ سلطان مستعمل تھا۔ غالباً یہ کسی درباری کے ذہن کی پیداوار ہے۔ (مزیل الالباس روایت ۶۴۵۔ و ۱۴۸۴)

۱۵۔ **العباس بن عبدالمطلب ابی و عمی ووصی ووارثی** ۔عباس بن عبدالمطلب میرے باپ ہیں میرے چچا ہیں میرے وصی ہیں اور میرے وارث ہیں۔ یہ روایت جعفر بن عبدالواحد ایک خوشامدی کذاب نے خود بنا کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کردی اور حدیث مرفوع بنادی ہے۔

۱۶۔ **کل ما صب اللہ فی قلبی قد صببتہ فی قلب ابی بکر** ۔میرے قلب میں اللہ نے جو کچھ ڈالا میں نے ابوبکر کے قلب میں ڈال دیا۔ باب المناقب میں وضع کی ہوئی جھوٹی روایتوں میں سے ایک روایت ہے۔کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

۱۷۔ **ما فضلکم ابو بکر یفضل صوم و صلاۃ ولکن بشئ و قرفی قلبہ** ۔ابوبکر کو تم پر فضیلت روزہ نماز کی وجہ سے حاصل نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ اس چیز کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے جو ان کے دل میں جاگزیں ہے۔ یہ قول رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہے بلکہ بکر بن عبداللہ المزنی کا قول ہے۔ جس کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں مرفوع حدیث بنادیا ہے۔ (مزیل الخفاء روایت ۲۰۲۸)

۱۸۔ **سید العرب علی** ۔علی عرب کے سردار ہیں۔ یہ روایت کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیاسی جتھ داروں کا سیاسی نعرہ ہے۔ (۵۱۲)

۱۹۔ **ناد علیا مظھر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب** ۔علی کو پکارو جو مظہر عجائب ہیں تم مصائب میں ان کو اپنا مددگار پاؤ گے۔ نہ تو یہ حدیث ہے اور نہ کوئی اثر، یہ کسی بدعقیدہ شاعر کا شعر ہے، کسی بزرگ کی طرف سے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

۲۰۔ **اقضاکم علی** ۔ علی تم میں سب سے بہتر قاضی ہیں۔ فضائل و مناقب کی جھوٹی روایتوں

میں سے ایک یہ بھی ہے۔بعضوں نے اسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔اور وہ بھی صحیح نہیں ہے۔امام ابن الجوزی اور البزاز نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔

۲۱۔انا مدینة العلم و علی بابھا۔میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں۔

امام محمد بن علی الشوکانی نے اپنی کتاب الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں ص ۳۴۸ پر اس روایت کو نقل کر کے اس پر طویل بحث کی ہے۔حاصل بحث یہ ہے کہ امام ابن الجوزی اور امام ذہبی نے اسے جھوٹی اور موضوع روایت قرار دیا ہے۔ابو الصلت عبدالسلام بن صالح الہروی، ہرات کے ایک جعل ساز نے یہ روایت وضع کر کے چلا دی ہے۔امام ابن حجر العسقلانی نے کہا کہ یہ روایت نہ موضوع ہے اور نہ صحیح ہے کہ اسے معتبر کہا جا سکے یا کسی طرح اعتبار کیا جائے۔

۲۲۔من فصل بینی و بین آبی بعلی لم ینل شفاعتی۔جس نے مجھ میں اور میری اولاد میں علی کا فاصلہ قائم کیا وہ میری شفاعت نہیں پائے گا۔

یہ روایت کسی کذاب واعظ نے وضع کر کے پھیلا دی ہے۔یہ قول رسول ﷺ کا نہیں ہے۔(روایت نمبر ۲۵۵۴،مزیل الخفاء)

۲۳۔لو لم البعث لبعثت یا عمر۔اگر میں نبی نہ ہوتا تو اے عمر تم نبی ہوتے۔یہ روایت یا اس معنی کی دوسری روایت لو کان بعدی بنیا فکان عمر (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے)،دونوں مناقب میں وضع کی ہوئی جھوٹی روایتیں ہیں جن کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔

۲۴۔سلمان منا اھل البیت۔سلمان ہم میں سے اہل بیت ہیں۔ طبرانی اور حاکم جیسے غلط اور صحیح کی تمیز سے محروم لوگوں نے اسے روایت کیا ہے لیکن بہت ہی ضعیف بلکہ جعلی اسناد کے ساتھ۔حق یہ ہے کہ مناقب میں وضع کی ہوئی جھوٹی روایتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔(المزیل روایت نمبر ۵۰۵)

۲۵۔اذا حدثتم عنی بحدیث یو افق الحق فخذو ابہ حدثت اولم احدث۔اگر تم سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو اگر وہ حق کے موافق ہو تو اس کو قبول کر لو چاہے میں نے وہ

حدیث بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو۔ ایسی کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ یہ روایت ایک متروک راوی اشعث بن بزاز نے خود بنا کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کر دی ہے۔

۲۶۔ **لولاک لما خلقت الافلاک** ۔اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہیں کرتا۔ اس عبارت کو حدیث قدسی بنا کر بہت سے لوگوں نے پیش کیا ہے۔لیکن یہ کوئی روایت نہیں ہے۔نہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں۔نہ یہ معلوم ہے کہ کس نے روایت کی ہے۔بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

۲۷۔ **انا عربی و القرآن عربی ولسانہ اھل الجنۃ عربی** ۔میں عربی ہوں قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔ یہ قول رسول اللہ ﷺ نہیں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نسب اور وطن پر فخر کیا کرتے تھے۔غالباً یہ عبدالعزیز بن عمران کی بنائی ہوئی عبارت ہے جس کو حضرت ابو ہریرہ کی طرف منسوب کر کے مرفوع حدیث بنا دیا گیا ہے۔

۲۸۔ **رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر** ۔ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور خطیب بغدادی نے تاریخ مدینۃ السلام میں اگر چہ بطور ایک حدیث پیش کیا ہے لیکن سچ یہ ہے کہ یہ قول ایک صاحب ابراہیم بن عیلہ کا ہے جو نہ صحابی تھے اور نہ تابعی۔(مزیل الخفاء روایت نمبر ۱۳۶۲)

۲۹۔ **سین بلال عند اللہ شین** ۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سین اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شین کی آواز ادا نہیں ہوتی تھی اس لئے وہ اشھد کے بجائے اسھد کہتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔اس افسانہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فصیح اللسان تھے وہ شین اور قاف بھی اچھی طرح ادا کرتے تھے۔ان کی آواز بہت ہی بلند اور دلکش تھی۔

۳۰۔ **ولد الزنا لا یدخل الجنۃ** ۔زنا سے پیدا ہونے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ یہ اور اس سے قریب المعنیٰ ساری روایتیں موضوعات، باطل اور محض جھوٹ پر مبنی ہیں۔زنا سے پیدا

ہونے والے شخص کا کوئی جرم نہیں ہے۔ جرم اس کے ماں باپ کا ہے۔ شرعاً اور عقلاً یہ کس طرح صحیح ہوگا کہ ایک بے گناہ جنت سے محروم کردیا جائے۔ (روایت نمبر ۲۹۱۸)

۳۱۔ **الولد سر لابیہ** ۔لڑکا اپنے باپ پر ہی جاتا ہے۔ یہ اور اس کے ہم معنی ساری روایتیں بے اصل اور جعلی ہیں۔ (۲۹۱۱)

۳۲۔ **ماوسعنی سمائی ولا ارضی ولکن وسعنی قلب عبدی المؤمن** ۔میرے آسمان میں میری گنجائش نہیں اور نہ میری زمین میں میری گنجائش ہے لیکن میرے مؤمن بندہ کے قلب میں میری گنجائش ہے۔ اس عبارت کو امام غزالی نے بطور حدیث قدسی پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے نہ حدیث ہے اور نہ اثر (مزیل الخفاء۔ روایت نمبر ۲۲۵۶)

۳۳۔ **حب الوطن من الایمان** ۔وطن کی محبت ایمان سے ہے۔ بالکل بے اصل اور محض جعلسازی ہے۔ ایسی کوئی روایت نہ مرفوع ہے اور نہ کسی صحابی کا اثر ہے۔ (۱۱۰۲)

۳۴۔ **حب الھرۃ من الایمان** ۔بلی سے محبت ایمان سے ہے۔ ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ یہ محض باطل اور جھوٹ ہے۔ (۱۱۰۴)

۳۵۔ **اتخذوا الدیک الابیض** ۔سفید مرغا پالو۔ طبرانی نے یہ روایت کذاب راوی سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچائی ہے۔ حالانکہ اس روایت کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ محض جھوٹ ہے۔

۳۶۔ **الدیک الابیض صدیقی و صدیق صدیقی ءعد و عدوی** ۔سفید مرغا میرا دوست ہے اور میرے دوست کا دوست ہے اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔ اس مہمل اور غیر سنجیدہ سی بات کو ابونعیم الاصفہانی اور الدیلمی نے قول رسول ﷺ بنا کر بطور حدیث مرفوع پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ اور باطل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ تو بہت ہی بلند ہے۔ کسی معقول اور سنجیدہ آدمی کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جاسکتی اور حقیقۃً ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔

۳۷۔ **اتخذوا ھذہ الحمام المقاصیص فی بیوتکم فانھا تلھی الجن عن**

صبیانکم ۔ یہ پر کٹے کبوتر اپنے گھروں میں رکھو کیوں کہ یہ تمہارے بچوں سے ہٹا کر جنوں کو اپنی طرف مشغول رکھتے ہیں۔

دیلمی نے سند الفردوس میں اس عبارت کو رسول اللہ ﷺ کا قول بتا کر یہ روایت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً حدیث کی صورت میں روایت کیا ہے۔ حالانکہ یہ محض کذب اور موضوع روایت ہے۔ ۶۴

میں نے ایک خاندانی پیرو مرشد کے آستانہ میں اسی روایت پر یقین کر کے دم بریدہ کبوتر دیکھے ہیں وہ مرشد کامل اس کا یقین رکھتے تھے کہ پر کٹے کبوتروں کے ساتھ کھیل میں جن ایسے مشغول ہو جاتے ہیں کہ گھر کے دوسرے لوگوں کو نہیں ستاتے۔ لطف کی بات یہ تھی کہ ان بزرگ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ خود لاولد تھے اور آستانہ میں کسی معتقد کے بال بچے بھی نظر نہ آئے۔

۳۸۔ اذا تزودت فلا تنس البصل ۔ جب سفر کے لئے توشہ لینے لگو تو پیاز کو نہ بھولو۔ دیلمی نے اس جملہ کو بغیر سند کے بواسطہ حضرت عبداللہ بن الحارث الانصاری قول رسول بنا کر پیش کیا ہے۔ یہ تمام تر کذب ہے۔ عبداللہ بن الحارث انصاری سے یا کسی صحابی یا تابعی سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ ۳۱۹۱

۳۹۔ لاتسبوا السلطان فانه ظل الله فی الارض ۔ بادشاہ کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ دیلمی نے درباری خوشامدیوں کی بنائی اس روایت کے لئے جعلی سند بنائی اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے اسے قول رسول بنا کر بطور حدیث مرفوع بلکہ روایت باللفظ بنا کر پیش کر دیا۔ ۴۰۵۹

۴۰۔ الایمة من قریش ۔ امام قریش کے قبیلہ سے ہوں۔ سیاسی پروپیگنڈہ میں اہل غرض نے اس بے معنی جملہ سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ کسی نے بعد وفات رسول ﷺ سقیفہ بن ساعدہ میں کہا ہوا جملہ قرار دیا۔ پھر کیا تھا بعض نے اسے قول رسول ﷺ کہا۔ بعض نے قول صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعض نے قول عروۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے۔ اس روایت کی کوئی سند درست

نہیں ہے۔ بیان واقعہ میں بھی بڑا اضطراب ہے۔ اور سند تو صریحاً جعلی ہے۔ (۸۵۰)

۴۱۔ الباذنجان. البا قلا و البطیخ و غیر ذلک ۔ بینگن، باقلا، خربوزہ وغیرہ۔ ان ترکاریوں اور پھلوں کی تعریف وتوصیف کے لیے بہت سی جعلی روایتیں بنائی گئی ہیں۔ حالانکہ بعض کھجوروں سے متعلق ایک یا دو روایتوں کے سوا سب بناوٹی ہیں اور کھجوروں کے بارے میں جو بھی روایتیں ہیں وہ سب صحیح نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے جو اقوال کسی خاص پھل۔ خاص کھانے اور خاص جگہوں کے متعلق مروی ہیں۔ ان میں سے اکثر وبیشتر جعلی ہیں۔

۴۲۔ ان اللہ یدعو الناس یوم القیامہ بامھاتھم ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے ناموں کے ساتھ بلائے گا۔ اگر چہ یہ روایت مختلف اسناد سے بیان کی گئی ہے لیکن ساری سندیں ضعیف ہیں ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ (۷۵۳)

۴۳۔ حضور مجلس عالم افضل من صلاۃ الف رکعۃ ۔ کسی عالم کی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت نماز سے افضل ہے احیاء العلوم میں امام غزالی نے یہ روایت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مرفوع بیان کی ہے حالانکہ یہ کہیں بھی مروی نہیں ہے۔ محض کذب اور موضوع ہے۔

۴۴۔ مداد العلماء افضل من دم الشھداء ۔ علماء کی روشنائی شہیدوں کے خون سے افضل ہے۔ ایک جعلی اور جھوٹی روایت ہے جو حضرت حسن بن یسار بصری کی طرف منسوب ہے حالانکہ ان کا دامن اس جھوٹ سے پاک ہے۔

۴۵۔ من زار العلماء فکانما زارنی ۔ جس نے علماء کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی۔ بالکلیہ غلط اور جعلی روایت ہے۔ یہ قول رسول اللہ ﷺ نہیں ہے۔ ۲۴۹۴

۴۶۔ الناس کلھم موتی الا العالمون ۔ لوگ سب کے سب مردے ہیں بجز علماء کے۔ (۲۷۹۶)۔ یہ ایک طویل روایت ہے اور محض جعلسازی سے بنائی گئی ہے۔

۴۷۔ لا یعذب اللہ قلبا وعی القرآن ۔ اللہ تعالیٰ اس قلب کو عذاب نہیں دے گا جس نے

قرآن مجید یاد کیا ہے۔ دیلمی نے جعلی سند سے یہ روایت بواسطہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ پیش کی ہے۔(۳۱۲۲)

۴۸۔ **اتبعوا العلماء فانهم سراج الدنيا و مصابيح الاخرة**۔ عالموں کی اتباع کرو کیونکہ یہ دنیا کے چراغ اور آخرت کی قندیلیں ہیں۔ یہ بے بنیاد حدیث ہے [illegible] کردہ دیلمی کی روایت ہے اس نے اسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کیا ہے۔

۴۹۔ نوم العالم عبادة۔ عالم کی نیند عبادت ہے۔ امام غزالی نے یہ روایت احیاء العلوم میں لکھی ہے۔ دیلمی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے اس طرح کی ایک روایت نامعتبر راویوں کی سند سے لکھ دی ہے۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔(۲۸۵۶)

۵۰۔ **ابو حنيفة سراج امتى**۔ ابوحنیفہ میری امت کے چراغ ہیں۔ یہ اور اسی طرح وہ تمام روایتیں جو بہ تصریح نام ہو اور اس شخص کے بارے میں ہوں جو بعد وفات رسول ﷺ پیدا ہوا تھا۔ سب موضوعات اور جعلی روایتیں ہیں۔ اسی طرح وہ روایتیں بھی جو کسی شہر و آبادی کے بارے میں ہوں باستثناء مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سب زمانہ مابعد کی بناوٹی روایتیں ہیں۔ کسی طرح قابل اعتبار نہیں مثلاً قزوین و حوران کے بارے میں روایتیں۔

۵۱۔ **اذا جلس المتعلم بين يدى العالم فتح الله عليه سبعين بابا من الرحمة**۔۔۔ (الحدیث) جب ایک طالب علم عالم کے سامنے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر دروازے رحمت کے کھول دیتا ہے۔ یہ ایک طویل روایت ہے جس میں یہ بھی ہے کہ جب طالب علم عالم کے پاس سے اٹھ جاتا ہے تو ایسا ہوتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ اس کو ہر حرف کا ثواب اتنا ملتا ہے جتنا ستر شہیدوں کو ملتا ہے اور ہر حرف کے عوض اسے ایک سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

یہ روایت جس قدر خلاف درایت ہے اتنی ہی روایۃً بے اصل ہے۔ ملا علی القاری اور الزیلعی نے اس کو موضوع روایت قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

نہ سچی اور نہ جھوٹی۔

۵۲۔ من زار عالما فقد زار الرب ۔جس نے کسی عالم سے ملاقات کی اس نے اللہ سے ملاقات کی۔ یہ روایت محض جھوٹ ہے اوراسی طرح وہ روایتیں بھی افتراء پردازی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ جس نے علماء کی زیارت کی اس نے انبیاء کی زیارت کی۔

۵۳۔ان من اقل ما اوتیتم الیقین وعزیمة الصبر ومن اعطی حظه منها لم یبال ما فاته من قیام اللیل وصیام النهار۔کم سے کم چیز جو تم کو دی گئی ہے وہ یقین اور عزیمت صبر ہے جس کو یہ دیا گیا ہے وہ راتوں و نمازوں اور دنوں کے روزوں سے چھوٹ جانے کی پرواہ نہیں کرتا۔

یہ روایت امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھی ہے لیکن محض بے اصل ہے۔ تجنب یہ یا اس کی ہم معنی روایت موجود نہیں ہے۔(۸۰۲)

۵۴۔ ولدت فی زمن الملک العادل۔ میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ یہ روایت لفظ بعثت (نبی بنایا گیا) کے ساتھ بھی بیان کی جاتی ہے۔لیکن یہ دونوں عبارتوں میں باطل اور موضوع ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی مجوسیوں نے یہ روایت کسری نوشیرواں عادل کی تعریف کے لئے بنائی اور چلا دی ہے۔ بے اصل اور مہمل سی بات ہے۔نوشیرواں ہی پر کیا منحصر ہے۔ ولادت رسول ﷺ کے وقت اور بھی کئی عادل فرماں روا دنیا میں تھے۔مکہ مکرمہ حکومت نوشیرواں میں شامل نہ تھا۔اور جب ایک جھوٹ چل پڑا تو چل ہی پڑا۔ بڑے بڑے دھوکا کھا گئے۔ فارسی شاعروں نے اسے نظم کردیا۔اور بات خوب پھیلی۔

۵۵۔ التجلی لایتکرر یا لا تکرار فی التجلی ۔تجلی دوبارہ نہیں ہوتی۔ یہ روایت نہ حدیث ہے اور نہ اثر صحابی کسی صوفی صاحب کا قول ہوگا جسے خانقاہوں میں حدیث بنا کر بیان کیا جاتا ہے۔

۵۶۔ تختموا بالزبرجد۔ زبرجد کی انگوٹھی پہنو۔ یہ اور اس قسم کی تمام روایتیں جن میں کسی خاص نگینہ کی انگوٹھی پہننے کی ترغیب ہے۔ سب کی سب محض کذب وافتراء ہیں۔اسکے برخلاف صحیح

روایات میں بلاضرورت انگوٹھی پہننے کی ممانعت آئی ہے۔اسی طرح وہ تمام روایتیں جن میں بعض جواہرات اور نگینوں کے اثرات بتائے گئے ہیں۔سب موضوعات ہیں۔کسی نگینہ میں کوئی مابعد الطبعیاتی اثر موجود نہیں ہے۔فیروزہ کی برکتوں کا قصہ ایرانی مجوسیوں نے اس لئے چلایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس آتش پرست غلام نے شہید کیا تھا اس کا نام فیروز بن لولو تھا، اور اب تک بابا شجاع کے نام سے ایرانیوں کا قومی ہیرو مانا جاتا ہے۔(۹۵۶۔۵۷۔۵۸)

۵۷۔ تفکر ساعة خير من عبادة سنة ۔ایک گھنٹہ کا غور وفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔کوئی روایت ایسی موجود نہیں۔خانقاہوں میں اسے بھی حدیث بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ یہ قول حضرت سری سقطی کا ہے۔اور وہ بھی ثابت نہیں ہے۔(۱۰۰۴)

۵۸۔ الجلوس مع الفقراء مع التواضع وهو افضل من الجهاد ۔فقیروں کے ساتھ عاجزی سے بیٹھنا اور یہ جہاد سے افضل ہے۔ الدیلمی نے یہ روایت لکھی ہے اور اس کے لئے کذاب وضاع راویوں کی ایک سند بھی بنادی ہے۔حالانکہ یہ روایت موضوع ہے۔۱۰۵۷

۵۹۔ الجمعة حج المساكين۔ جمعہ مسکینوں کا حج ہے۔ محض کذب اور موضوع روایت ہے۔(۱۰۷۶)

۶۰۔ حسنات الابرار سيئات المقربين. نیکوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں۔یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہ شیخ ابوسعید الخراز المتوفی ۲۸۰ھ کا قول ہے۔اور اس کا بھی پتہ نہیں کہ حضرت ابوسعید کا یہ قول کس نے سنا اور کس نے روایت کیا لیکن اہل خانقاہ اسے بڑے اعتماد سے بیان کرتے ہیں۔

۶۱۔ خرقة صوفياء ۔وہ پیراہن یا کرتا یا عباء جو ایک مرشد اپنے مرید کو عطا کرتا ہے۔اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کا خرقہ حضرت اویس قرنی کو پہنچا دیا جائے اور اسی طرح یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن بن یسار کو خرقہ عطا کیا تھا۔یہ دونوں بیان محض افسانے ہیں۔نہ روایۃً صحیح ہیں اور نہ

درایۃً ۔ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے اویس قرنی یا کسی کو خرقہ پہنچانے کی وصیت نہیں کی تھی ۔اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رمضان ۴۰ھ میں بمقام کوفہ خود اپنی ہی جماعت کے ایک باغی ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔اس وقت حضرت حسنین کے علاوہ اور بھی انکے کئی فرزندان جوان موجود تھے۔ان کے علاوہ ان کے کئی عم زاد بھائی جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔یہ سب زندہ سلامت موجود تھے۔ان سب کو محروم کر کے ایک تیرہ چودہ سال کے بچے حسن بن یسار بصری کو جو کوفہ میں موجود نہ تھے۔اپنا خلیفۂ مجاز بنا کر خرقہ کیوں بھیجتے۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی بدری صحابی سے ایک لفظ بھی نہیں سنا اور نہ وہ کسی بدری صحابی سے کوئی روایت کرتے تھے۔ ۲۰۳۵

۶۲۔ الدنیاء جیفة و طلابها کلاب دنیا ۔ایک مردار جانور ہے اور اس کی طلب کرنے والے کتے ہیں۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس قول کی نسبت بھی صحیح نہیں ہے۔ دیلمی نے اپنے ہی جیسے راویوں سے یہ روایت کی ہے۔۳۱۳

۶۳۔الدنیا مزرعة الاخرة ۔دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔بات تو صحیح ہے لیکن ایسی کوئی حدیث نہیں پائی جاتی۔ امام غزالی نے جہاں اور بہت سی باتوں کو حدیث سمجھ کر اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں درج کر دیا ہے۔اسے بھی لکھ دیا ہے۔

۶۴۔ رویا المؤمن حق ۔مؤمن کا خواب سچ ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں اور اس معنی کی ساری روایات جعلی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب تک عالم شہادت میں جلوہ افروز تھے وہ اور صرف وہی بتا سکتے تھے کہ یہ خواب سچ ہے یا جھوٹ آپ کی وفات کے بعد جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض ابلہ فریبی ہے علمی و عقلی طور پر بھی کوئی ذریعہ خواب کو سچ ثابت کرنے کا موجود نہیں ہے۔اس لئے خواب کو علم کا ذریعہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔اور نہ کوئی عدالت اسے قبول کر سکتی ہے۔(۱۳۸۵)

۶۵۔ سور المؤمن شفاء ۔مؤمن کا جھوٹا شفا ہے۔یہ کوئی حدیث نہیں ہے اور نہ کسی صحابی تک اس کی نسبت صحیح ہے۔(۱۵۰۰)

۶۶۔ رایت ربی فی صورۃ شاب امرد ۔ میں نے اپنے رب کو بے ریش و بروت ایک نوجوان کی صورت میں دیکھا۔ یہ اور جتنی روایتوں میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا ذکر ہے۔ بلا استثناء سب جعلی ہیں۔ نہ کبھی رسول اللہ ﷺ نے ایسا کوئی دعویٰ کیا اور نہ کسی صحابی نے۔ (۱۴۰۶)

۶۷۔ السلامۃ فی العزلۃ ۔ سلامتی اکیلے بیٹھے رہنے میں ہے۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ کسی جاہل و کاہل کا قول ہے۔ (۱۴۸۶)

۶۸۔ علیکم بدین العجائز ۔ تم پر واجب ہے کہ بوڑھی عورتوں کے دین کو اختیار کرو۔ ایک محض غلط اور موضوع روایت ہے جس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔ (۱۷۷۴)

۶۹۔ الفقر فخری ۔ فقیر ہونا میرے لئے فخر ہے۔ بالکل بے اصل، باطل اور موضوع روایت ہے اسی طرح فقر اور فقیری کی تعریف اور فضیلت میں جتنی روایتیں واعظین اور اہل خانقاہ بیان کرتے ہیں سب کی سب ضعیف اور مجروح روایتیں ہیں۔ (۱۸۳۵)

۷۰۔ العلم علمان علم الادیان و علم الابدان ۔ علم دو ہوتے ہیں ادیان کا علم اور ابدان کا علم۔ اس فقرہ کو حدیث بنا کر دوافروش لکھتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ امام سیوطی کا بیان ہے کہ حضرت امام شافعی کا قول ہے لیکن اس کی بھی کوئی دلیل امام سیوطی کے پاس نہیں ہے۔ (۱۷۶۵)

۷۱۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف ۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پھر میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ حلقۂ صوفیاء میں اس عبارت کو بطور حدیث قدسی بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے نہ صحیح اور نہ ضعیف نہ کسی عالم کے پاس اس کی سند ہے اور نہ کسی صوفی کے پاس۔ یہ ایک بے بنیادسی بات ہے جو یاروں نے چلا دی ہے۔ (۲۰۱۶)

۷۲۔ کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین ۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے مابین تھے۔ یہ روایت مختلف الفاظ اور مختلف انداز میں بیان کی جاتی ہے۔ لیکن سب کی سب غیر مستند ہیں۔ ایسی کسی روایت کا مرفوع اور صحیح الاسناد روایتوں میں کوئی پتہ ونشان

نہیں ملتا ہے۔(۲۰۱۷)

۷۳۔ **لو احسن احدکم ظنه بحجر لنفعه الله به** ۔ اگر تم میں سے کوئی کسی پتھر سے حسن ظن قائم کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو پتھر ہی سے نفع بخشے گا۔ بالاتفاق کذب، موضوع اور جعلی روایت ہے۔امام ابن قیم تو کہتے ہیں کہ یہ فقرہ بت پرستوں کا بنایا ہوا ہے۔(۲۰۸۷)

۷۴۔ **ما رائی المسلمون حسنا فهو عندالله حسن** ۔جو مسلمانوں کی رائے میں اچھا ہے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔اس قول کی یا اس کے ہم معنی کسی قول کی نسبت حضرت رسالتمابﷺ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ یہ قول بہ سند ضعیف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف منسوب ہے۔(۲۰۱۴)

۷۵۔ **ما من جماعة اجتمعت الا و فیهم ولی الله** ۔کوئی جماعت ہو اس میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔ بالکل بے اصل اور غلط بات ہے یہ نہ حدیث رسول اللہﷺ ہے اور کسی صحابی کا قول ہے۔ایک فضول سی بات ہے۔ ہر مؤمن اللہ کا ولی ہی ہوتا ہے اہل ایمان کی جماعت میں کسی ایک ولی کے ہونے کا کیا مطلب؟ کیا باقی مؤمنین اولیاء الشیطان ہوتے ہیں؟۔(۲۲۴۹)

۷۶۔ **مسح العینین عندسماع الاذان** ۔آذان سنتے ہوئے آنکھوں پر انگلی پھیرنا۔

اس سلسلہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔متعدد الفاظ میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے لیکن یہ سب روایتیں جعلی اور جھوٹی ہیں۔(۲۲۹۶)

۷۷۔ **الملک والدین توامان** ۔ملک اور دین دونوں ایک ساتھ ہی پیدا ہونے والے بچے ہیں۔ بالکلیہ جعلی اور موضوع روایت ہے۔اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔(۲۳۲۹)

۷۸۔ **من تشبه بقوم فهو منهم** ۔جس نے کسی قوم سے مشابہت پیدا کی وہ ان ہی میں سے ہے۔بعض لوگ اس عبارت کو قول رسول اللہﷺ بنا کر پیش کرتے ہیں۔حتی کہ لباس اور وضع میں تشبہ کو بھی اس وعید میں شامل کر دیتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ بہ سند صحیح اس قول کی نسبت رسول اللہﷺ کی طرف ثابت نہیں ہوتی۔اگر اصول روایۃً کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو یہ قول حضرت

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معلوم ہوتا ہے اور وہ بھی محض معلوم ہوتا ہے۔

۷۹۔ **من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد حبط اللہ عملہ** ۔جس نے مسجد میں دنیا کی بات کی اللہ نے اس کا عمل برباد کر دیا۔ یہ بالکل بے اصل اور جعلی روایت ہے۔صحابہ کرام اور خود رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہر طرح کی باتیں کرتے تھے۔مسجد کا ادب اور احترام ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔غالباً خرید وفروخت اور سوداگری نہیں کرتے تھے۔

۸۰۔ **من حج ولم یزرنی فقد جفانی** ۔جس نے حج کیا اور میری ملاقات کو نہ آیا۔اس نے مجھ پر ظلم کیا۔عام طور پر تو اہل علم نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔لیکن بعض بزرگوں نے اس کے لئے ایک انتہائی ضعیف اور نا قابل اعتبار سند مہیا کی ہے۔اس کے بعد یہ اختلاف پیدا ہوا کہ یہ الفاظ زیارت قبر پر دلالت نہیں کرتے ۔حقیقت یہ ہے کہ روایت ہی جعلی ہے اس لئے اس سے حیات ظاہری یا زیارت قبر کچھ بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔

بعض دوسری روایتوں سے مسجد نبوی مدینہ منورہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔مگر ان روایتوں میں قبر رسول ﷺ کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اب عہد عثمانی میں دروازہ چنوا دینے کے بعد سے تو یہ حقیقت ہے کہ قبر رسول اللہ ﷺ اور زائر کے مابین دو دیوار حائل ہوتی ہیں .جن میں کوئی شق بھی نہیں ہے۔کوئی قبر رسول ﷺ کی زیارت کیسے کر سکتا ہے؟۔

۸۱۔ **من زارنی وزار ابی ابراھیم فی عام واحد دخل الجنتہ** ۔جس نے میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ایک ہی سال میں کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔کسی عالم نے اس جملہ کو قول رسول ﷺ نہیں قرار دیا ہے۔لیکن واعظوں نے اسے خوب چلایا ہے۔یہ ایک ناممکن سی بات ہے۔مراد اگر حیات ظاہری ہے تو حضرت ابراہیم رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔اور اگر مراد قبر ہے تو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کہاں متعین ہے؟ شہر الخلیل میں جو قبر بتائی جاتی ہے وہ تو بہت بعد کو زائرین سے چڑھاوے وصول کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔دنیا کا کوئی

صاحب علم اس کو اصل قبر نہیں سمجھتا۔(۲۴۰)

۸۲۔ من جد وجد ۔جس نے کوشش کی اس نے پالیا۔ یہ ایک عربی کہاوت ہے جو لوگ اسے حدیث بتا کر بیان کرتے ہیں غلط کہتے ہیں۔(۲۴۵۱)

۸۳۔ لد والموت وابنو اللخراب ۔پیدا ہو موت کے لئے اور تعمیر کر ویران ہونے کے لئے ۔لوگوں نے اس مصرعہ کو طرح طرح سے بیان کر کے بطور حدیث پیش کیا ہے لیکن اس پر سند جعلی ہے۔اس سلسلہ میں ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے اور وہ قصہ بھی صحیح نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ فقرہ کسی جاہلی شاعر کا ایک مصرعہ ہے۔(۲۰۴۱)

۸۴۔ آخر الطب الکی ۔آگ سے داغ دینا آخری علاج ہے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے فقرے بدویانہ طرز علاج سے پیدا شدہ فقرے ہیں۔نہ یہ کوئی حدیث ہے اور نہ اثر صحابی (۷)

۸۵۔آفته الدین ثلاثة ، فقیه فاجر و امام جائر و مجتهد جاهل ۔دین کے لیے آفتیں تین ہیں۔بدکار فقیہ، ظالم حاکم اور جاہل مجتہد۔یہ روایت دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے منسوب کر کے پیش کی ہے۔اور اس کے لئے ایک غیر معتبر سند بھی لکھی ہے۔دیلمی خود قابل اعتماد نہیں ہے اور اس کی بنائی ہوئی سند اس سے بھی زیادہ ناقابل اعتماد ہے۔(۱۴)

۸۶۔ الایمان عریان فلباسه التقوی وزینته الحیه و ثمرته العلم ۔ایمان ننگا ہے اس کا لباس تقویٰ ہے اور اس کا زیور حیاء ہے اور اس کا پھل علم ہے۔ یہ عبارت محض بے اصل اور موضوع ہے۔ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے اس کے لئے سند تلاش کی ہے جو کذابین اور مجاہیل کی زنجیر ہے۔

۸۷. الاب احق بالطاعة والام احق بالبر ۔باپ اطاعت کا اور ماں بھلائی کی زیادہ حقدار ہے۔ عبدالعظیم المنذری نے عبداللہ بن المبارک المتوفی ۱۲۱ھ کے اس قول کو حدیث کی طرح روایت کر دیا ہے۔(۲۹)

۸۸۔الابدال فی هذه الامته ثلثون مثل ابراهیم خلیل الله ۔اس امت میں تیس ابدال

جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ہیں۔ اس عبارت کو مختلف الفاظ کی تبدیلیوں کے ساتھ اہل خانقاہ پیش کرتے ہیں۔ بعض نے اس کے لئے سندیں بھی بتائی ہیں۔ جو ساری کی ساری خود ساختہ اور جعلی ہیں اکثر میں مشہور کذاب متروک راوی حسن بن ذکوان موجود ہے۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ابدال کا پورا افسانہ یہودیوں کی خفیہ سیاسی تنظیم سے لیا گیا ہے۔ یہودیوں نے ۷۰ قبل مسیح میں ایک خفیہ سیاسی تنظیم شام کے مقام سلیمیہ میں قائم کی تھی جس کے ارکان چھ تھے۔ اس کی نقل میں عرب فاتحین سے انتقام لینے کے لئے یہودیوں اور مجوسیوں نے بھی وہیں سلیمیہ میں ایک خفیہ تنظیم قائم کی جس کے ارکان کی ابتدائی تعداد چھ ہی تھی۔ اس کے بعد تیس ہوئی اور پھر چالیس ہوگئی۔ صوفیائے متاخرین ابدال کی تعداد چالیس بیان کرتے ہیں۔ ابدال کا پورا قصہ ہی عجیب ہے۔ ابدال ہر وقت سفر میں رہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ابدال بر آب و آتش رواں۔ ابدال ہی نہیں بلکہ پورا ایک نظام باطن بنالیا گیا ہے۔ جس میں غوث، قطب، اوتاد، انجاد سب ہیں۔

۸۹۔ اتخذوا عند الفقراء ایادی۔ فقیروں کے لئے عطایا دیا کرو۔ یہ ایک موضوع روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے یا صحابہ کرام سے ان الفاظ میں روایت موجود نہیں ہے۔ (۶۸)

۹۰. اجتماع الخضر والیاس۔ خضر اور حضرت الیاس علیہ السلام کی ملاقات اس سلسلہ میں بہت سی جعلی روایتیں بنائی گئی ہیں۔ اور بڑے پیمانہ پر اس کا چرچا کیا گیا ہے لیکن روایۃً ودرایۃً یہ سب موضوع ہیں۔ نہ کسی کی سند صحیح ہے اور نہ متن۔ کسی روایت میں کہا گیا ہے کہ خضر اور الیاس علیہ السلام کے مابین ملاقات ہر سال حج کے موقع پر بمقام منیٰ ہوتی ہے۔ کسی میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ میں ہوتی ہے۔ کسی میں اس ملاقات کا مقام بیت المقدس کو بتایا گیا ہے۔ یہی حال اس افسانہ کی اسناد کا ہے۔ کہیں چند مجاہیل ہیں۔ کہیں بعض رواۃ کے نام ہیں جن کی اپنے شیوخ سے ملاقات ہی ثابت نہیں ہے۔ اور کہیں تو سند بنانے والے نے بعض مشہور بزرگوں کے نام دیدیے ہیں لیکن ان سے اوپر اور نیچے ایسے نام ہیں جن سے ارباب علم واقف نہیں ہیں۔ قصہ گو واعظوں

نے اسے حدیث بنا کر پیش کر دیا ہے۔ اور اب بھی لوگوں میں یہ قصہ چل رہا ہے۔

۹۱۔ احیاء ابوی النبی ﷺ حتیٰ آمنا به۔ حضرت نبی ﷺ کے والدین کا زندہ کیا جانا اور ان دونوں کا آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا۔

اس معنی اور مفہوم کی جتنی روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ وہ سب کی سب کذب، جعلسازی اور افتراء ہیں۔ صحیح روایتوں سے اس کے برخلاف ثابت ہوتا ہے۔ یہ ساری روایتیں نسل پرستی کے جذبات کی پیداوار ہیں۔ بعضوں نے تو قرآن حکیم کے مسلمہ اصول اور انسانی عقل کے قطعی فیصلہ کے خلاف رسالے اور کتابچے بھی لکھے ہیں۔ ان رسالوں کو دیکھئے تو ایک لفظ بھی قابل اعتبار اور موجب یقین ان میں نہیں ملتا۔ بھلا یہ دعویٰ کہ کافر ماں باپ سے پیدا ہونے والا بچہ مؤمن نہیں ہوسکتا یا یہ کہنا کہ مؤمن ماں باپ کا بچہ کافر نہیں ہوسکتا۔ کسی ذی ہوش کے نزدیک قابل قبول ہوسکتا ہے؟ پیدا ہونا کسی بندہ کا اختیاری امر نہیں ہے۔ اگر کوئی بچہ سیدانی کے بطن سے پیدا ہوا ہے تو صرف اس بناء پر اسے ایک چماری کے بطن سے پیدا ہونے والے بچہ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہی فیصلہ ہے عقل انسانی کا اور یہی ہدایت ہے قرآن مجید کی۔ لیکن یہودی فتنہ پروروں نے نسل برتری کا زہر اتنے وسیع پیمانے پر پھیلایا ہے کہ بہت ہی کم لوگ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

۹۲۔ اذا غسلت المرأة ثیاب زوجها کتب الله لها الفی حسنة وغفر لها الفی سیٔة۔ جب ایک عورت اپنے شوہر کے کپڑے دھوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اسکے دو ہزار گناہ بخش دیتا ہے۔ یہ روایت محض کذب ہے یہ یا اس معنی کی کوئی دوسری روایت ثابت نہیں ہے۔ (۳۰۰)

۹۳۔ عظموا اضحایا کم فانها مطا یاکم علی الصراط۔ اپنی قربانیوں کو بڑی بناؤ۔ یہ صراط پر تمہاری سواریاں ہیں۔ امام غزالی نے ابوجیز میں یہ روایت بطور قول رسول ﷺ لکھی ہے اور بعض دوسروں نے بھی نقل کیا ہے۔ حالانکہ یہ نہ تو قول رسول ﷺ ہے اور نہ کسی صحابی کا اثر ہے۔

کوئی سند اس کی نہیں پائی جاتی۔ یہ محض ایک واعظانہ فقرہ ہے۔ امام ابوبکر ابن العربی نے عارضۃ الاعوذی شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ قربانی کے جانوروں کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح موجود نہیں ہے اور ان ہی موضوعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ جنت میں جانے کے لئے تمہاری سواریاں ہیں۔ (۱۳۳۷)

۹۴۔ **الارزمنی و انا من الارز**۔ چاول میرے ہیں اور میں چاول کا ہوں۔ یہ اور اس طرح کی بہت سی روایتیں الدیلمی نے چاول، مسور، بیگن، ہریسہ اور دیگر قسم کے کھانوں اور اناجوں اور ترکاریوں کی فضیلت میں بنا بنا کر روایت کردی ہیں۔ یہ سب جھوٹ اور موضوعات ہیں۔ (۳۲۰)

۹۵۔ **استکثروا من الاخوان فان لکل مؤمن شفاعۃ یوم القیامۃ**۔ بہت سے بھائی بناؤ کیوں کہ ہر مؤمن کو قیامت کے دن شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔ ابن البخار نے اپنی تاریخ میں یہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کردی ہے۔ نہ انہوں نے اس کی کوئی سند دی ہے اور نہ کوئی دوسرا اسے جانتا ہے۔ (۳۵۲)

۹۶۔ **اللھم لا تحوجنی الی احد من خلقک**۔ اے میرے اللہ مجھے اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ بنایئے۔ دعاء اچھی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے دعاء کے یہ الفاظ مروی نہیں ہیں۔ یہ دعاء اور جو اس کی ممانعت کے لئے روایت ہے۔ دونوں محض جعلی الفاظ ہیں۔ (۵۶۱)

۹۷۔ **انا عندالمنکسرۃ قلوبھم من اجلی**۔ میں اس کے قریب ہوں جس کا دل میرے لئے ٹوٹا ہوا ہے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب البدایۃ میں اس عبارت کو بطور حدیث قدسی لکھ دیا ہے۔ لیکن اس روایت کا کہیں کوئی پتہ ونشان نہیں ملتا۔ کس نے کہا اور کیوں کہا؟ (۶۱۴)

۹۸۔ **انزل القرآن علی سبعۃ احرف**۔ قرآن مجید سات مختلف حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ اس روایت کو متعدد عبارتوں میں اور متعدد اضافوں کے ساتھ مسند امام احمد اور دوسری کتابوں میں پیش کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ قول رسول اللہ ﷺ ہے لیکن اس کی کوئی سند علت سے پاک اور صحیح نہیں ہے اس لئے صحیحین میں یہ روایت نہیں ہے۔ اسے سند میں نقص کی وجہ سے اور متن وسند

دونوں میں اضطراب کی وجہ سے کسی طرح قابل اعتبار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ (۶۳۰)

۹۹۔ **جنبوا صبیانکم عن مساجد کم** ۔ اپنے بچوں کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو۔ اللہ ہی جانے کہ یہ کس کا قول ہے اس روایت کی کوئی قابل اعتبار سند نہیں ملتی۔ (۱۰۷۷)

۱۰۰۔ **الحدیث فی المسجد یا کل الحسنات** ۔ مسجد میں باتیں کرنا نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ اللہ جانے زمخشری نے کشاف میں کہاں سے لکھ دیا ہے ایسی کوئی روایت نہیں ملتی ہے۔ (۱۱۲۱)

۱۰۱۔ **خیر الامور اوسطها** ۔ یا اوساطها۔ اچھی بات اوسط درجہ کی ہوتی ہے۔ بات تو صحیح ہے لیکن جن لوگوں نے اسے حدیث بنا کر پیش کیا ہے غلطی کی ہے اور الدیلمی نے تو بغیر سند ہی اسے حضرت عبداللہ کے واسطے سے مرفوعاً روایت کر دیا ہے۔ لیکن دیلمی خود بھی کہاں قابل اعتبار ہے۔

۱۰۲۔ **من صل علی مرة لم یبق من ذنوبة ذرة** ۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اس کے گناہوں کا ایک ذرہ بھی باقی نہ رہا۔ محض موضوع اور جعلی روایت ہے۔ اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ یہ قول رسول اللہ ﷺ ہے۔ (۲۵۱۶)

۱۰۳۔ **موتوا قبل ان تموتوا** ۔ موت سے پہلے ہی مر جاؤ۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے ایک ناصحانہ فقرہ ہے جو صوفیوں نے چلا دیا ہے۔ (۲۶۶۹)

۱۰۴۔ **المؤمن فی المسجد کالسمک فی الماء و المنافق فی المسجد الطیر فی القفص** ۔ مؤمن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے چڑیا پنجرے میں۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ شاید مالک بن دینار کا قول ہے۔ (۲۶۸۹)

۱۰۵۔ **النادر لا حکم له** ۔ نادر امر کے لئے کوئی حکم نہیں ہوتا۔ یہ فقہیوں کا اصولی قول ہے۔ کوئی حدیث نہیں ہے۔ (۲۷۸۷)

۱۰۶۔ **الناس علی دین ملو کهم** ۔ لوگ اپنی بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ یہ اور اس کے ہم معنی جتنی روایتیں ہیں سب موضوعات ہیں کوئی ایک بھی صحیح نہیں ہے اور نہ بطور واقعہ یہ صحیح ہے۔

۱۰۷۔ الوضوء علی الوضوء نور علی نور ۔وضو پر وضو نور بالائے نور ہے۔ یہ اور اسی طرح من توضاء علی طهر کتب الله لم عشر حسناتِ ۔جس نے وضو پر وضو کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ یہ دونوں ہی روایتیں بہت ہی ضعیف اور غیر معتبر روایتیں ہیں۔ (۲۸۹)

۱۰۸۔ لا تطعنوا علی اهل التصوف ۔اہل تصوف پر طعن نہ کرو۔ الدیلمی نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ دیلمی خود ساقط الاعتبار ہے۔ اس کے بیان کی کوئی علمی قیمت نہیں۔ یہ روایت اور اہل تصوف کے بارے میں جتنی روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ سب کی سب جعلی ہیں دوسری صدی ہجری کے اوسط تک لفظ تصوف پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کسی حدیث مرفوع یا اثر صحابی میں یہ لفظ نہیں ملتا ہے۔ (۳۰۰۱)

۱۰۹۔ لا تسافروا فی حاق الشهر ولا اذا کان القمر فی العقرب ۔اماوس کے دنوں میں سفر نہ کرو اور نہ ان دنوں میں جب کہ چاند برج عقرب میں ہو۔ بعض لوگوں نے ڈھٹائی سے اس قول کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ حاشا دکلا حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کوئی صحابی منجموں کے بیان کردہ ستاروں اور برجوں کے معنوی اثرات کا قائل نہ تھا۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے اقوال ستارہ پرست مجوسیوں نے مسلمانوں میں پھیلا دیئے اور مسلمان بزرگوں کی طرف منسوب کر دیئے ہیں تا کہ مسلمان اسے قبول کر لیں ورنہ مجوسیوں کا قول کہاں قبول کرتے۔ دین اسلام اس قسم کے اوہام سے مبراء اور بالکل پاک ہے۔ اس قسم کی کوئی روایت مستند اور صحیح نہں ہے۔ یہی حال ان تمام روایتوں کا ہے جس میں ہفتہ کے کسی دن کو منحوس قرار دیا گیا ہے۔ سب موضوعات ہیں۔ جمعہ یا عید وغیرہ کی فضیلتوں کے بارے میں تو بعض روایات ملتی ہیں لیکن کسی دن کی نحوست کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ (۱۰۱۱)

۱۱۰۔ یوم الاربعاء یوم نحس مستمر ۔بدھ کا دن مستقلاً منحوس ہوتا ہے۔ یہ روایت اور دوسری روایت جس میں بدھ کے دن کو بہتر بتایا گیا ہے۔ یا وہ روایت جس میں ماہ صفر کے آخری

بدھ کے دن حضورﷺ کے غسل صحت کا ذکر ہے۔ سب مجوسیوں کی بنائی ہوئی جعلی روایتیں ہیں ان کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔ (۳۲۵۵)

۱۱۱۔ یوم صومکم یوم نحر کم ویوم رأس سنتکم ۔تمہارے روزہ کا دن قربانی کا دن ہے اور تمہارے سال کا پہلا دن ہے۔ یہ روایت بالکلیہ بے اصل اور کذب ہے۔ اس کے بنانے والے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان مصری قبطیوں اور مجوسیوں کی طرح نوروز کا تہوار منایا کریں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات میں نوروز کے تہوار کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ جواز بھی نہیں ہے۔ اور یوم النحر تو ایام تشریق میں ہے جس میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ (۳۲۲۳)

۱۱۲۔ اول ما خلق اللہ نور نبیک ۔اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ تمہارے نبی کا نور ہے۔ محض موضوع اور من گھڑت روایت ہے کوئی سند اس کی صحیح نہیں ہے۔ (۸۲۴۔۸۲۷)

۱۱۳۔ اول ما خلق اللہ القلم ثم خلق النون وھی الدواۃ۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا تھا پھر نون کو پیدا کیا اور وہی دوات ہے۔ یہ ایک طویل روایت کا ابتدائی حصہ ہے جاہل صوفیاء اور واعظین بہت بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی مرفوع روایت نہیں ہے اور نہ کسی صحابی کا قول ہے۔ حکیم ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غلط منسوب کر کے مرفوع روایت بنا دیا ہے۔ پوری روایت موضوع ہے۔

۱۱۴۔ لا تقطعوا الخبز و اللحم بالسکین ۔روٹی اور گوشت کو چھری سے نہ کاٹو۔ بالکل بے اصل اور جعلی روایت ہے۔ (۳۰۴۶)

۱۱۵۔ یٰس لما قرأت لہ۔ سورۂ یٰس ہر اس مقصد کے لئے ہے جس کے لئے پڑھی جائے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی روایتیں جن میں قرآن مجید کی سورتوں کی الگ الگ خصوصیتیں بتائی گئیں ہیں ان میں سے اکثر بہت ہی ضعیف اور نا معتبر روایتیں ہیں۔ نہ احادیث ہیں اور نہ آثار صحابہ۔ (۳۲۱۳)

۱۱۶۔ یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجد ھم فی امر دنیا ھم فلا

تجالسوهم فليس الله فيهم حاجة ۔لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس روایت کی سند قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس قسم کی بہت سی باتیں مستقبل کے فتنوں سے متعلق واعظ حضرات بیان کرجاتے ہیں ابونعیم الاصفہانی نے تو پوری کتاب کتاب الفتن کے نام سے لکھ دی ہے۔ یہ روایتیں محض بے اصل ہیں۔

۱۱۷۔ الیقین الایمان ۔یقین ہی ایمان ہے۔ بات تو صحیح ہے مگر کسی کذاب نے یہ حدیث جعلی بنائی ہے۔ کہیں سے ثابت نہیں ہے۔(۳۲۵۰)

۱۱۸۔من اسلم علی یدیه رجل وجبت له الجنه۔جس کے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہوا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔طبرانی نے اس روایت کو مرفوع حدیث بنا کر روایت کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ روایت محض بے اصل اور باطل ہے۔ نہ مرفوع ہے اور نہ مرسل۔

۱۱۹۔ یا ویح من نال الغنی بعد فاقة ۔ بڑی برائی ہے اس کے لئے جو فاقہ کے بعد خوشحالی پا جائے۔ یہ قول نہ حدیث ہے اور نہ اثر صحابی۔ اور عقلاً بھی یہ قابل قبول نہیں ہے۔(۳۱۹۲)

۱۲۰۔ لا یحل لمسلم جهل الفرض والسنن ویحل له جهل ما سوئ ذلک. کسی مسلمان کے لئے فرض اور سنتوں سے ناواقفیت جائز نہیں اور ان کے سوا سب سے ناواقفیت جائز ہے۔ بالکل موضوع اور بے اصل روایت ہے۔(۳۱۱۱)

۱۲۱۔ علیکم بالمشط فانه یذهب الفقر جمیعا ۔ کنگھی ضرور کیا کرو کیوں کہ یہ ہر طرح کی غربت کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ محض بے اصل اور موضوع روایت ہے۔(۲۵۳۹)

۱۲۲۔من عرف نفسه فقد عرف ربه ۔جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا۔س نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ ایک چلتا ہوا فقرہ ہے جسے صوفیاء نے چلا دیا ہے۔(۲۵۳۲)

۱۲۳۔من صام یوم ثمانیة عشر من ذی الحجة کتب الله له صیام ستین شهرا. جس نے ماہ ذی الحجہ کی اٹھارہویں تاریخ کو روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ مہینوں کے روزے لکھ

دیتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغیوں نے ۱۸ ذی الحجہ کو شہید کر دیا تھا اس کی یاد میں خوشی منانے کے لئے ایرانیوں نے یہ روایت بنائی ہے۔۳۵۲ھ میں شہادت عثمان کی خوشی منانے کے لئے ایرانیوں نے عید غدیر کا طریقہ بھی رائج کیا اور اس کے لئے روایتیں بنا بنا کر خوب پھیلائیں۔اس روایت کی نہ کوئی اصل ہے۔اور نہ اس کی کوئی سند ہے۔۲۵۲۰

۱۲۴۔من سر اخاہ المؤمن فقد سر اللہ. جس نے اپنے مومن بھائی کو خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔ بات تو بڑی اچھی ہے لیکن کوئی حدیث یا اثر صحابی نہیں ہے۔(۲۴۹۸)

۱۲۵۔من الذنوب ذنوب لا یکفر ھا الا الوقوف بعرفۃ۔گناہوں میں سے بعض گناہ وہ ہیں جن کا کفارہ صرف وقوف عرفہ ہی ہے۔یہ روایت امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھی ہے۔ لیکن یہ یا اس کے ہم معنی کوئی روایت کہیں نہیں ملتی۔(۲۵۵۰)

خاص قسم کی نمازیں۔ بہت سے لوگ بعض خاص قسم کی نمازوں کا ذکر کرتے ہیں مثلاً پہلی رکعت میں سات بار قل ہو اللہ پڑھو، دوسری رکعت میں سو بار سبحان اللہ پڑھو، یہ ساری روایتیں غیر معتبر اور نا قابل قبول ہیں نماز فرض ہو، سنت ہو یا نفل سب ایک ہی طرح پڑھی جاتی ہیں۔البتہ فرض کی آخری اور تیسری رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔صلوۃ خسوف وکسوف میں متعدد رکوع کی روایت ملتی ہے لیکن اس کی سند بھی صحیح اور غیر معلل نہیں ہے۔یہ محض چند فقرے ہیں جو بیان کئے گئے ہیں ورنہ غیر محتاط لوگ ہزاروں ہی امثال واقوال کو حدیث رسول ﷺ بنا کر بیان کر دیتے ہیں۔ یہ کسی طرح پسندیدہ عمل نہیں ہو سکتا کہ اپنی نادانی سے کوئی فقرہ یا عبارت، رسول اللہ ﷺ یا ان کے کسی صحابی یا صحابیہ کی طرف منسوب کر دیں۔اگر چہ ہماری نیت کذب کی نہ ہو پھر بھی یہ بری بات ہے۔اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ وما توفیقنا الا باللہ العظیم۔